علامہ کیفی اکیڈمی "سدھارتھ نگر یوپی کی انقلابی آواز، مسلکِ اعلیٰ حضرت اور مشرب صدر الافاضل کا سچا ترجمان

جنوری تا دسمبر ۲۰۲۰ء

₹:25

سالنامہ

خزائن العرفان

رضا نگر مٹھنا

آئینہ سامنے رکھ دوں تو پسینہ آجائے

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

جنت نشاں جموں

امام احمد رضا تاجدار کشور علوم وفنون

اردو تفاسیر میں 'خزائن العرفان' کا مقام

این آرسی پر حکومت کی دوغلی پالیسی

صدر الافاضل، اعلیٰ حضرت کے دست راست

حالات حاضرہ میں مسلمان کیا کریں

دوسرا صلاح الدین ایوبی کیوں نہیں؟

ایڈیٹر: ازہر القادری

اشاعت بتعاون خاص

محترم محمد اسرار رضوی

ساکن: بارک پار، دھنگرھوا، سدھارتھ نگر یوپی

جنوری تا دسمبر ۲۰۲۰ء جلد نمبر:۲ شمارہ نمبر:۱

قیمت: ۲۵/روپے

YEARLY
KHAZAAINUL IRFAN

"ALLAMA KAIFI ACADEMY"
Tenwan Grant Road, Raza nagar,Matehna
P.o.Khandsari,distt:SiddharthNagar (U.P.)
Pin: 272192
Mob:9559494786,9451207213,9450387786
Email.
sfraza78692@gmail.com
kalamahmad926@gmail.com

نوٹ: مضمون نگار کی ہر رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

ترسیل زرخط وکتابت کا پتہ

دفتر سال نامہ ''خزائن العرفان'' ٹینواں گرانٹ روڈ، رضانگر مٹھنا، پوسٹ کھنڈسری ضلع سدھارتھ نگر (یو۔پی) انڈیا۔272192

ایڈیٹر ازہر القادری نے الحاج محمد قاسم اشرفی، مینیجر مکتبہ قادریہ اٹوا بازا کی معرفت دہلی سے چھپوا کر دفتر سال نامہ ''خزائن العرفان'' رضانگر مٹھنا سے شائع کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆ **خزینے** ☆☆☆☆☆☆☆☆

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں
ڈاکٹر اقبال

حمد باری تعالیٰ

﴿ ازہر القادری ﴾

دے نہ دولت نہ مال وزر یارب — عیش وعشرت نہ کر وفر یارب
ہے مری عرض مختصر یارب — درد اپنا دے اس قدر یارب
نہ پڑے چین عمر بھر یارب

کیف ومستی سرور دے ایسا — دل میں حب حضور دے ایسا
میرے مالک! ضرور دے ایسا — میری آنکھوں میں نور دے ایسا
تو ہی آئے مجھے نظر یارب

تیری رحمت کرے وفا داری — کیف ومستی سرور ہو طاری
یوں ہی کٹ جائے زندگی ساری — رہے کلمہ زبان پر جاری
جب کہ دنیا سے ہو سفر یارب

ہر گھڑی، شادی وغمی کے وقت — مفلسی اور بے کسی کے وقت
رنج وغم اور بے کلی کے وقت — قبر میں اور جاں کنی کے وقت
رکھنا رحمت کی تو نظر یارب

چاند سورج ہے اور تارا ہے — موج دریا ہے، اس کا دھارا ہے
ساری مخلوق نے پکارا ہے — ذرے ذرے سے آشکارا ہے
تو کسی جا نہیں مگر یارب

سارے عالم کا تو ہی ہے معبود — ساری خلقت کا تو ہی ہے مسجود
سب کو ہے بس! تری رضا مقصود — تیرا جلوہ کہاں نہیں موجود
سب کے دل میں ہے تیرا گھر یارب

سب سے نیارے رسولِ پاک جنھیں — دل کے تارے رسولِ پاک جنھیں
وہ ہمارے رسولِ پاک جنھیں — تیرے پیارے رسولِ پاک جنھیں
تو نے بلوایا عرش پر یارب

ازہر ان کے جمال کا صدقہ — دہنِ شیریں مقال کا صدقہ
آمنہ بی کے لال کا صدقہ — اُن کا اور اُن کی آل کا صدقہ
خاتمہ تو بخیر کر یارب

☆☆☆☆☆☆☆

سارے مضامین تین ماہ پہلے ہی موصول ہوئے ہیں۔ ہر مضمون کو اس کے موقع ومحل کے لحاظ سے دیکھا جائے!
(ازہر القادری)

اداریہ

آئینہ سامنے رکھ دوں تو پسینہ آ جائے!

''خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے   کہ درو بود قیل وقال محمدؐ''
کے تناظر میں

از ہر القادری

دراصل نظام اسلام اوراس کی بقا کا انحصار مساجد، مدارس اور خانقاہوں پر ہے۔یہی وہ پاکیزہ اور متبرک جگہیں ہیں جن کی وساطت سے ایمانیات،اسلامیات اور مذہبیات فروغ پاتی ہیں۔
فی الواقع مساجد سے بلند ہونے والی ''قال اللہ'' کی روح افزا صدائیں فضا کے سینہ پر اپنی بساط دل نواز کا شیش محل تعمیر کرتی ہیں۔مدارس ''قال الرسول'' کے نغمات سے اُس شیش محل کے روشن وتاب ناک میناروں کو اوج ثریا کے دوش بہ دوش کرنے میں کما حقہ کوشاں رہتے ہیں۔خانقاہیں ان جگ مگ جگ مگ اور نگاہوں کو خیرہ کر دینے والے میناروں کی چمک دمک فزوں سے فزوں تر کرنے کے لیے شبانہ روز حتی الوسع ساعی رہتی ہیں۔

مساجد: پیغام وحدانیت،قال اللہ،تلاوت قرآن، تسبیح وتہلیل، ذکر واذکار، اشغال ووظائف، دعاؤں، التجاؤں، مناجات،گریہ وزاری،عاجزی وانکساری،فرائض وواجبات اور سنن ونوافل کی ادائیگی کے حسین مراکز کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔

مدارس: حصول علم دین،قال الرسول،درس قرآن، درس حدیث،درس تفسیر نیز دیگر علوم وفنون کے حصول کا عظیم ذرائع اوراخوت وبھائی چارگی،الفت ومحبت،تبلیغ واشاعت اورترویج مذہب ومشرب کا پیغام بریقین کیے جاتے ہیں۔

خانقاہیں: تزکیۂ نفس،صفائے قلب،امن وامان، صلح ومصالحت،پختہ عقائد،نظریات حقہ کا فروغ،انسانیت کی تشکیل نو،شرافت وبزرگی کے جواہر پارے لٹانے میں اپنی مثال آپ ہوتی ہیں۔
مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔

مساجد کو اختلاف کی آماج گاہ بنادیا گیا!،مدارس انتشار کا پلیٹ فارم تصور کیے جاتے ہیں! اور خانقاہیں عدم رواداری اور جنگ وجدال کا کردار ادا کر رہی ہیں!
اللہ وحدہ لاشریک کی وحدانیت کا اعلان،کبھی مدارس کا طرۂ امتیاز تھا،نظام اسلام کا تحفظ اوراس کی بقا،کبھی مدارس کا نقطۂ عروج تھا اور رواداری کی علم برداری اور باہمی مساوات کے ساتھ ساتھ مساجد ومدارس کے خلاف اٹھنے والی طاغوتی طاقتوں کو ''ھباً منثوراً'' کی نذر کردینا،کبھی خانقاہوں کا حسن مزاج تھا۔

گویا! حالات حاضرہ کے تناظر میں:

مساجد وحدانیت کی بجائے لادینیت،تلاوت قرآن کی بجائے گپ شپ،تسبیح وتہلیل کی بجائے تحقیر وتذلیل، ذکرواذکار کی بجائے فکروافکار،اشغال ووظائف کی بجائے افعال شنیعہ کا ارتکاب،دعاؤں کی بجائے بددعاؤں،التجاؤں کی بجائے دنیاوی تمناؤں،مناجات کی بجائے خرافات،گریہ وزاری کی بجائے عیاری ومکاری،عاجزی وانکساری کی بجائے غرور وگھمنڈ، فرائض وواجبات کی بجائے فسادات واختلافات،سنن ونوافل کی بجائے غیرضروری (ذاتی) مشغولیات ومصروفیات کا حسین سنگم گردانی جارہی ہیں۔
مدارس میں حصول علم دین کی بجائے حصول دولت دنیا،صدائے ''قال الرسول'' کی بجائے جنگ وجدال کا آوازہ، درس قرآن کی بجائے خودستائی کے اسباق،درس حدیث کی بجائے حرکات خبیثہ کا فروغ،درس تفسیر کی بجائے تحریفی تصویر نیز دیگر علوم وفنون کی بجائے فتنہ وفساد کے حصول کا عظیم ذرائع اوراخوت وبھائی چارگی کی بجائے منافرت کی جلوہ

سامانیاں، الفت ومحبت کی بجائے نفرت وعداوت، تبلیغ واشاعت اور ترویج مذہب ومشرب کی بجائے تخریب کاری، مساوات وبرابری کی بجائے تفوق وبرتری کا بلند بانگ نعرہ نیز بلند ترین منافقت کے انمٹ نقوش جگ ظاہر ہیں۔

خانقاہوں میں تزکیۂ نفس کی بجائے نفس امارہ کا غلبہ، صفائے قلب کی بجائے سیہ کاری کا فروغ، امن وامان کی بجائے ہنگامہ وطوفان، صلح ومصالحت کی بجائے نیک نیتی کا فقدان، پختہ عقائد کی بجائے جدل وخصومت، نظریات حقہ کے فروغ کی بجائے اپنی دستار کی نمائش، عقائد باطلہ کے بطلان کی بجائے باطل پرستوں سے ہم آہنگی، انسانیت کی تشکیل نو کی بجائے انسانیت کی غارت گری، شرافت وبزرگی کی بجائے شرارت وبے ہودگی شباب پر ہے۔

متولیان مساجد کا جاہلانہ رویہ:۔

☆ متولیان مساجد نے قیام وبنائے مساجد کا اصلی مقصد خانۂ خدا پر حکومت کرنے کے ساتھ ساتھ ائمۂ مساجد کے جسموں پر ہی نہیں بلکہ ان کی روحوں پر بھی فتح کا جھنڈا لہرانے کی ناپاک کوشش کرنے میں اپنے گھنونے کردار کا ایک حصہ بھی ضائع کرنا اپنی انانیت اور حاکمیت کے منافی تصور کیا!۔

غربت وافلاس کے دل دل میں پھنسے ہوئے ائمۂ سے احکام اسلام کے علاوہ بھی من چاہا اعلان کروایا، جو چاہا وہ کرنے پر مجبور کیا، بصورت انکار صرف یہی نہیں کہ انھیں مساجد سے برطرف کر دیا گیا بلکہ طرح طرح کے الزام عائد کرکے سرعام بدنام کرنے کی منصوبہ بندیاں اور سازشیں بھی دیکھنے میں آئیں! علاوہ ازیں ایسے ایسے سنگین جرائم مثلاً زنا وغیرہ کا مرتکب ٹھہرا کر جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالنے کا ننگا ناچ بھی ناچا گیا! دور حاضر کے متولیان مساجد کی ان ناگفتہ بہ حرکتوں کے مدنظر نمرودیت، فرعونیت، قارونیت اور ہامانیت بھی شرم سار ہے۔ انھیں ایک وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق نہیں اس پر طرفہ یہ کہ محسوس کرتے ہیں اب تو (معاذ اللہ) حکومت الٰہیہ کی باغ وڈور ہمارے ہی ہاتھ ہے۔ اوپر سے رونا رویا جاتا ہے کہ مسلمان مظلوم ہے۔ اس پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، اس کو بات بات پر قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ اس کی عصمت وعزت بھی سر بازار نیلام ہو رہی ہے، اس کی عبادت گاہیں بھی انہدام کا شکار ہیں، اس کے شعار مٹائے جا رہے ہیں، اس پر دیش دروہی کی سیاہ پٹیاں بھی بڑی تیزی کے ساتھ چسپاں کی جا رہی ہیں۔ آخرش! مسلمانوں کے تئیں موجودہ دور کے حالات کیا ہیں؟ کیسے ہیں؟ اور کیوں ہیں؟ ان سوالوں کے جواب میں صرف اور صرف ''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے'' کہہ دینا ہی کافی ہوگا۔

یاد رہے! عظمت رفتہ کی بازیابی کے لیے مسلمان کو سچا پکا مسلمان بننا پڑے گا۔ اور ہاں! سچا پکا مسلمان بننے کے لیے دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر توکل علی اللہ کی علم برداری کرنی ہوگی، اپنے آپ کو عشق رسول کی بھٹی میں جلانا پڑے گا۔ ان منازل تک پہنچنے کے لیے اور بھی کچھ ذرائع ہیں جنھیں: اہل بیت اطہار کی مودت، صدیق کی صداقت، فاروق کی عدالت، عثمان کی سخاوت، علی کی شجاعت، تمام صحابہ کی عقیدت ومحبت، شہدا وصالحین، اولیاے کاملین، ائمۂ مجتہدین اور علماے ربانیین بالآخر سلف صالحین کے انمٹ نقوش کی صحیح معنوں میں پاس داری کا نام دیا جاتا ہے۔ جن کے تناظر میں ہم مسلمانوں کے اعمال اچھے اور کردار ستھرے ہوں گے۔ ان صفات سے متصف ہو کر میدان عمل میں اترنے کے بعد ہماری کامیابی یقینی ہے ؎

اپنے کعبہ کی حفاظت ہمیں خود کرنی ہے
اب ابابیلوں کا لشکر نہیں آنے والا

بداعمالیوں کی آماج گاہ میں پل کر، ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے سے فرشتوں کی مدد نہیں مل سکتی، سچ کہا تھا ڈاکٹر اقبال نے ؎

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا، برسوں میں نمازی بن نہ سکے

ذمہ داران مدارس کی شاطرانہ چال:

☆ذمہ داران مدارس نے مدارس کی بقا اوران کے وجود کا اصلی مقصد جلب منفعت یقین کرنے کے ساتھ ساتھ اساتذہ وملازمین کوایک نوکراورمزدورکی حیثیت سے دیکھنا اپنی زندگی کی معراج تصورکرلیاہے۔گویاان کے نزدیک اساتذہ اورملازمین کی حیثیت مچھراورمکھی سے بھی کم ترہے!

جب چاہا،جس کوچاہااور جہاں چاہاٹارچرکرنے کی ٹھان لی!انھیں کام سے کوئی سروکارنہیں!ان کی جی حضوری،خصیہ برداری اوران کی ہاں میں ہاں ملانے والاان کامحبوب نظرہوارہتا ہےاوران کے لیے سات خون تک معاف رہتے ہیں۔

ظاہرہے اِن افعال شنیعہ کاارتکاب وہی کرے گا جس کوعلمی اعتبارسے پورب پچھّم،اتردکھن اور نیچےاوپرکی کسی بھی سمت سے کوئی بھی سروکارنہ ہوگا۔اورمدارس میں اِنھیں صفات مذمومہ سے متصف افرادکی اکثریت بھی جگ ظاہرہے۔اِنھیں علم وعمل سے کوروں کی غیرضروری اطاعت وفرماں برداری،تملق وچاپلوسی اورکردارسوزی کی بنیادپر ذی علم طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا ہیں اوران پرآلام ومصائب کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں۔

نتیجتاً صدائے ''قال الرسول'' کی بجائے ''قال المہتم'' اور''قال الناظم'' وغیرہ کی صدائیں فی زمانہ مدارس کا بلند بانگ نعرہ بن گئیں ہیں۔

یہی نہیں بلکہ آج کچھ دنیادار،(اگرچہ وہ وضع قطع کے اعتبارسے عالم ہی کیوں نہ ہوں) ذمہ داران مدارس کو **"اولــی الامــر"** کےزمرے میں داخل کران کی خوش نودی اوررضا کے حصول میں زمین وآسمان کے قلابے ملانا اپنی سرمدی حیات کاجز ولاینفک سمجھ بیٹھے ہیں اورمناصب علیاپر''بنے رہنے'' کے لیےقرآن کے معانی ومطالب کی غلط تاویل کر(جیساکہ دورحاضرکےبعض علماصفت جہلا کےنظریات ہیں)اپنی نااہلی اورحماقت وسفاہت کاننگاناچ ناچنے پرفخرمحسوس کرتے ہیں۔گویا!

ع خودبدلتےنہیں قرآں کوبدل دیتے ہیں۔

اب قارئین خودفیصلہ کرسکتے ہیں کہ ایسے میں ان کا مزاج فرش پررہےگایاعرش پر؟

اے طائرے لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

موجودہ خانقاہی نظام اورپیران عظام کی چپقلش:

☆ارباب خانقاہ نے اپنی ارادت کابازارگرم کرنے کی فکرمیں مساجدومدارس کےفلک بوس اورخوب صورت مناروں کوزمیں بوس اوربدسے بدتربنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ہرایک نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجدالگ بنائی ہے! الاماشاء اللہ۔جہاں پردوسری خانقاہوں کی عزتیں ڈائنامیٹ کی جاتی ہیں،دوسرے پیروں کا وقارسربازارنیلام کرنے کی فخریہ دعوت دی جارہی ہے۔منافرت کےممکن الوجودتمام ترہتھکنڈے انھیں خانقاہوں میں جنم لیتے ہیں اوروہیں انتہائی نازونعم کےساتھ ان کی نشوونمابھی ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک خانقاہ سے ارادت رکھنے والادوسری خانقاہوں کوشب وستم کانشانہ بناتاہے۔ایک پیرکامرید دوسرے پیرکی قدرومنزلت سے جلتاہوانظرآتاہے۔اپنی ارادت والی خانقاہ اوراپنے پیرمغاں کےعلاوہ دوسری خانقاہوں اوران کےپیروں کی ترقی دیکھ کربغض وحسدکاننگاناچ ناچنے پرمجبورہوجاتا ہے۔انھیں جاہل،دنیاداراورغیرذمہ دارپیروں کےدام فریب کا شکارہوکرنہ وہ مساجدکی طرف جھانکتاہےاورنہ ہی مدارس کارخ کرتاہے۔سجدہ اورتلاوت کرنایہ توبہت دورکی باتیں ہوئیں!

گویااسے باورکرادیاگیاہےکہ پیرصاحب کی اطاعت سجدہ وتلاوت سےمقدم ہے،پیرکی اطاعت ہےتوسجدہ سلامت ہے،پیرکی فرماں برداری ہےتو تلاوت کی کیاضرورت ہے۔ پیرکی وفاداری دنیاوآخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔

خانقاہوں کی ذمہ داریاں تھیں کہ مساجد کے فلک بوس مینارے زمیں بوس نہ ہونے پائیں، مدارس کی عظمتوں کے ساتھ کھلواڑ نہ ہونے پائے، اسلامی شعار عنقانہ ہونے پائیں، اغیار کی ریشہ دوانیوں کا دنداں شکن جواب دیا جائے اور اسلام و مسلمانوں کی زبوں حالی کے خلاف تحریکیں چلائی جائیں۔

مگر افسوس! صد افسوس!! ملکی سطح پر خصوصاً رواں دہائی کے نصف آخر کے (اس) حصہ میں ہم ہندوستانی مسلمان کن دردناک حالات سے گزر رہے ہیں۔ الامان والحفیظ!

اسلامی قوانین وضوابط میں صریح مداخلت، پیران عظام چپ! ۔۔۔ مذہبی شعار کی بالا دستی پر قدغن، پیران عظام چپ! ۔۔۔ مدارس عربیہ کو دہشت گردی کا اڈا بتا کر انھیں بدنام کرنے کی ناپاک سازش، پیران عظام چپ! ۔۔۔ اہل مدارس غیر شرعی نعرہ لگانے لگوانے اور مردود ترانہ پڑھانے پڑھوانے پر مجبور، پیران عظام چپ! ۔۔۔ محجوب بچیوں کو یونی ورسٹیز اور کالجز میں پڑھنے / پڑھانے پر پابندی، پیران عظام چپ! ۔۔۔ ملک کے کئی صوبہ جات میں متعدد جگہوں پر درجنوں مسلمان نہایت ہی بے دردی کے ساتھ ذبح کر دیے گئے، پیران عظام چپ! ۔۔۔ بے گناہوں کا انکاؤنٹر، پیران عظام چپ! ۔۔۔ موب لنچنگ کا دور دورہ، پیران عظام چپ! ۔۔۔ سیلاب زدگان کی آہ وفغاں، پیران عظام چپ! ۔۔۔ خانقاہوں میں عورتوں کے ریل پیل سے قانون شریعت مفلوج، پیران عظام چپ! ۔۔۔ ہزار ہا ہزار مرید نماز جیسی اہم العبادات سے کوسوں دور، پیران عظام چپ! ۔۔۔ ایک خانقاہ کا مرید دوسری خانقاہوں کا جیتے جی جنازہ نکالے، پیران عظام چپ! ۔۔۔ مزارات پر مزامیر کے ساتھ قوالیوں کا بول بالا اور اس میں مردوں عورتوں کا اختلاط، پیران عظام چپ! ۔۔۔ خانقاہوں سے تزکیۂ نفس کا کردار غائب، پیران عظام چپ! ۔۔۔ صفائے قلب کا خاتمہ، پیران عظام چپ! ۔۔۔ صلح ومصالحت کا دروازہ بند، پیران عظام چپ! ۔۔۔ انسانیت کی غارت گری، پیران عظام چپ! ۔۔۔ شرافت وبزرگی بالائے طاق، پیران عظام چپ! ۔۔۔ شرارت وبے ہودگی شباب پر، پیران عظام چپ! ۔۔۔ عالم صفت جاہلوں کا علماے ربانیین (اکابرین) کے خلاف بیان بازیاں، پیران عظام چپ! ۔۔۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پامالی کا دماغ عرش پر، پیران عظام چپ! ۔۔۔ منہیات شرعیہ کا عروج، پیران عظام چپ! ۔۔۔ بابری مسجد کو آستھا کی بنیاد پر ہتھیالیا گیا، پیرانِ عظام چپ! ۔۔۔ حکومت وقت نے مسلمانوں کو ہندوستان بدر کرنے کے لیے بل (''کیب'' اور ''این۔ آر۔ سی۔'') لوک سبھا اور راج سبھا دونوں جگہوں سے پاس کرالیا اور ان پر صدر مملکت کی منظوری والی مہر بھی ثبت ہو چکی، پیران عظام چپ! ۔۔۔ آخر! ان کا سکوت کب ٹوٹے گا؟۔

کاش متولیانِ مساجد، ذمہ دارانِ مدارس اور اربابِ خانقاہ علامہ جامی قدس سرہ السامی کے جذبۂ بے کراں کو محسوس کرتے اور ان کے اس شعر کے تناظر میں مساجد، مدارس اور خانقاہوں کا نظام درست رکھتے تو مسلمانوں کی آنکھوں پر پڑے ہوئے غفلت کے دبیز پردے اٹھ جاتے۔ اور نظام حیات درہم برہم نہ ہوتا۔ کیوں کہ مسجد: اللہ کے لیے، مدرسہ: رسول اللہ کے لیے اور خانقاہ: اہل اللہ کے لیے ہے ۔۔۔ لیکن ساری بدعنوانیاں انھیں جگہوں سے!!!

اس مقام پر متولیان مساجد، ذمہ داران مدارس، ارباب خانقاہ اور اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والے تمام افراد اپنے ضمیروں کو جھنجھوڑتے ہوئے اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر، میرے اس چھوٹے سے سوال کا نہایت ہی دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیں ۔ کہ علامہ موصوف نے اپنے دل میں کون سا تصور جما کر فرمایا تھا؟

''خوشا مسجد ومدرسہ خانقاہے
کہ درو بود قیل وقال محمد''

رسالہ

"اسواط العذاب علیٰ قوامع القباب"

مفتی اعظم ہند کی نظر میں

(ماخوذ)

۔۔۔فقیر نے یہ رسالہ ہدایت قبالہ مصنفہ حضرت الفاضل الجليل والعالم النبيل الالمعى اللوذى الفطين استاذالعلماء المولوى الحافظ الحكيم محمدنعيم الدين خصهم الله تعالىٰ بمزيدالعلم والتصديق واليقين وجعلهم كاسمهم نعيم الدين ومعين الدين ومنيع الدين دیکھا۔بحمداللہ اسے طالب حق کے لیے کافی ووافی وہزلیات ومعاند کا نافی اورمرض نجدیت کے لیے دوائے شافی پایا،مولیٰ تعالیٰ حضرت مصنف کوجزائے خیرعطافرمائے اوراس رسالہ کو مسلمانوں کے لیے نافعہ بنائے۔آمین۔

حضرت مولانا زیدفضلہ نے مفتیان نجدیہ وندویہ کے خیالات خام اور باطل اوہام کی خوب خوب صفراشکنی فرمائی ہے۔ نہایت وضاحت سے ان کی سفاہتوں اورقاحتوں کوطشت ازبام فرمایاہےان کا کوئی شبہ ایسانہیں ہے جس پرکافی نقض وابرام نہیں فرمادیا ہے۔یہ مختصر مگرنہایت جامع رسالہ ازہاق باطل و دفع ظلمات نجدیاں گمراہ وغافل کے لیےحق کا آفتاب نصف النہار ہے۔ہرمصنف پر یہ مبارک رسالہ دیکھ کران نجدیوں وندویوں کی ذلیل ترین حرکات کیادی و مکاری وفریب دہی و غداری جیسی گندی صفات روشن وآشکار ہے۔اگرچہ علمائے اہل سنت کثرہم اللہ تعالیٰ وشکرسعیہم نے مسئلہ کوواضح فرمادیااوراب کوئی ادنی خفا باقی نہیں رہا۔ہرمخالف دریدہ دہن کے منہ میں پتھر دے دیااور اس کے لیے مجال دم زدن و یارائے لب جنبانیدن نہ رکھا۔مگر اب یہ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلہ پراس کےعلاوہ جوان علمائے کرام نے تحریر فرمایا جزکے جز لکھے جا سکتے ہیں مگر کیا ضرورت ہے کہ "اگر درخانہ کس است یک حرف بس است"۔

اور معاندین کے لیے دفتر بے کار کہ وہ تو سب کچھ دیکھ کرسن کر بہرے اندھے بنتے ہیں۔اورجلوۂ حق سے اپنے مریض آنکھوں میں چکا چوند پاکرانھیں خوب میچ لیتے اورظلمت کے گڑھوں میں گرتے ہیں اورجس زبوں حالی میں خود ہیں دوسروں کوبھی اسی میں مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں خودحق سے اندھے ہیں اور دوسروں کی آنکھوں میں خاک اوپیچ کراپنی طرح گنگوہی بنا نا چاہتے ہیں۔جامعہ ملیہ کے مفتی عبدالحیٰ صاحب نے تو وہ اندھا دھند کیا ہے کہ توبہ بھلی۔

گرہمیں جامع است ہمیں مفتی کار فتویٰ تمام خواہد شد

جس کی حالت یہ ہو کہ اپنی صریح مخالف عبارتیں اپنے موافق جان کرنقل کرے زہرپیے اورشہد سمجھے وہ اورفتوے، جامعہ ملیہ کا مفتی ایسا ہی ہونا چاہیے۔آپ کا دعویٰ باطل تو یہ ہے کہ"قبے بنانا قرآن وحدیث وفقہ کی نظر میں ناجائز اورحرام اور ہرقبروقبہ واجب الانہدام ہے اورابن سعود نے جس قدر قبوں کو منہدم کیا ہے وہ بالکل کتاب۔وسنت کے مطابق کیا ہےمگر ہرآنکھ والا دیکھ رہا ہے کہ انھوں نے قرآن عظیم کی کوئی ایک آیت ایسی نہیں پیش کی جس میں قبوں کی حرمت کا کوئی ذکر ہو بلکہ جوآیت پیش کی ہے وہ،وہ ہے جس سے حضرت علامہ شہاب خفاجی قدس سرہ نے ان کے جواز پر استدلال فرمایا ہے۔اگرچہ ابن کثیر و آلوسی وابن تیمیہ سے انھوں نے اس پرردبھی نقل کیا ہے مگراس سے کیا، غایت مافی الباب اتنا ہے کہ ان کے نزدیک ابن کثیر وغیرہ کےقول سے حرمت نکلی یہ ابن کثیر وابن تیمیہ کے دامنوں میں کیوں چھپتے ہیں ان میں کچھ دم ہے تو قرآن عظیم کی کچھ آیت سے قبوں کی حرمت ثابت کریں اورکتاب کریم سے ان کا واجب الانہدام ہونا دکھائیں۔

مگر ہم کہے دیتے ہیں کہ قیامت تک قرآن عظیم کے کسی ایک حرف سے بھی اپنا باطل دعویٰ ثابت نہ کرسکیں گے۔ تیسری صدی کے آلوسی نے حضرت علامہ شہاب خفاجی پر جورد کیا اس کا حاصل تو صرف اتنا ہے کہ اس آیت سے قبوں پر استدلال صحیح نہیں۔ بالفرض اس کی یہ بات قابل قبول ہو۔تو آپ کا باطل دعویٰ قرآن سے کیوں کر ثابت ہوا۔

یوں ہی ہر عقل والا سمجھ رہا ہے کہ جو احادیث نقل کی گئیں ان میں حرمت قبہ سے کوئی علاقہ نہیں۔قبوں کا ان میں کہاں ذکر ہے۔دعویٰ یہ کہ قبہ بنانا ناجائز ہے دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ قبر کو سجدہ گاہ نہ ٹھہراؤ۔اور حدیث میں ہے کہ کوئی قبر اونچی نہ چھوڑو اگر یوں کتاب وسنت سے اپنے دعوے ثابت کیے جائیں تو وہ کون سا باطل دعویٰ ہے جس کا اہل باطل قرآن وحدیث سے ثبوت نہ دے لیں گے۔رہی فقہ آپ نے اس پر جو کچھ ظلم ڈھایا ہے وہ بھی کسی سمجھدار سے مخفی نہیں دعویٰ تو یہ ہے کہ مطلقا قبہ بنانا حرام اور ہر قبہ واجب الانہدام اور دلیل میں وہ عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جو ان عمارتوں سے متعلق ہیں جو قبرستان وقف میں بنائی جائیں یا ملک غیر میں بے اذن مالک بنی ہوں۔یا اپنے ملک میں محض بے فائدہ بنائی گئی ہوں صرف احکام کے لحاظ سے تعمیر کی گئیں ہوں یا محض زینت وتفاخر کے لیے بنی ہوں۔علمائے کرام قدست اسرارہم کی ان عبارتوں میں زینت اور احکام وغیرہ الفاظ دیکھ کر ان سے آنکھ چرانا سچ کہنا کتنے بڑے حیا دار کا کام ہے لطف یہ ہے کہ وہ بھی صرف قبوں کے متعلق نہیں بلکہ ان میں مساجد و مدارس کا بھی ذکر ہے۔کیوں صاحب مدارس ومساجد کے الفاظ دیکھ کر بھی نہ سمجھے کہ ان عبارات کا محل کیا ہے وہ کتنا بلید ونافہم ہے اور اگر سمجھ کر الٹی کہے تو کیا عنید ہٹ دھرم ہے اگر آپ کی یہ بات مان لی جائے تو ہم آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے ان عبارات سے مطلقا قبوں کا حرام و واجب الانہدام ہونا ثابت کرنا چاہا مگر جب کہ مساجد و مدارس کا بھی ان میں ذکر تھا تو اس سے کیوں کنی بچا گئے یوں آپ پر لازم ہے کہ جس طرح حرمت قبہ کا اعلان کیا ہے اسی طرح آپ علی الاعلان یہ کہتے کہ قرآن وحدیث وفقہ ائمہ اربعہ کی رو سے مدارس ومساجد بنانا حرام اور جو بنے ہوئے ہوں۔ان کا مسمار کردینا اور ان کے آثار مٹا دینا لازم کیوں ہے صلاح کیا آپ یہ اعلان کرائیں گے۔اورنہیں تو دیوبند و جامعہ ملیہ اور ایسے ضلالت کے جو اور مدارس ہوں۔ان کے قلع قمع میں تو اہل سنت بھی آپ کا ساتھ دیں گے اور اگر کسی دینی مدرسہ کا آپ نے رخ کیا تو وہ اپنے دینی بھائی کے ساتھ ہوں گے۔آپ نے ابن تیمیہ سے استدلال کی زحمت کیوں گوارا کی سرے سے یوں ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ سب کچھ حرام وشرک ہے۔اس لیے کہ ہمارا امام محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنی کتاب التوحید میں اس کی تصریح کرتا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم۔

مسلمانو! اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ جس راہ پر گامزن ہیں وہ بالکل صحیح ودرست اور نہایت پاک وصاف راہ ہے۔انھیں ان وہابیوں ندویوں کے فریبوں کیدوں مکاریوں سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔جن علما نے منع فرمایا ہے اور جنہوں نے اجازت دی ہے ان میں کوئی اختلاف نہیں جسے وہ منع کرتے ہیں وہ وہاں منع فرماتے ہیں جہاں وجوہ منع سے کوئی وجہ منع پائی جائے کہ غیر کی ملک میں بے اجازت تعمیر ہو یا قبرستان وقف میں بے شرط واقف عمارت بنالی جائے یا صرف تفاخر وزینت کے لیے بنائیں یا محض بے فائدہ ایسا کریں اور جہاں یہ کچھ نہ ہو وہاں کیوں ممنوع ٹھہرائیں اور جبکہ علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمادی کہ جواز ہی مختار ومرجع ومفتیٰ بہ ہے تو اب کسی کو کیا گنجائش کلام ہے اور جواب بھی محض بزور زبان مخالفت کی جائے تو اس کا قول کیا قابل التفات ہوسکتا ہے اب آخر میں ہم بعض وہ عبارات جو پیش نظر ہیں پیش کریں۔ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے۔یکرہ الأجر والخشب ای کرہ ستر اللحد بهما و بالحجارة

و الجص لكن لو كانت الارض رخوة جازو يسنم اى يرفع القبر استحبابا غير مسطح قد رشبر في الظاهر الرواية و فيه اباحة الزيادة و يكره بناوه بالجص و الاجر و الخشب لقوله ﷺ صفق الرباح و قطر الامطار على قبر المومن كفارة لذنوبه لكن المختار ان التطين غير مكروه وكان عصام بن يوسف بطوف حول المدينة و يعمر القبور الحزبة كما في القهستاني وفي الخزانة لا باس بان يوضع حجارة على راس القبور ويكتب عليه شيي وفي النتف كره ان يكتب على اسم صاحبه مختصرا.

بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس اللہ سرہ النورانی میں ہے۔روی عن عبد الله ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما لما مات بالطائف صلى عليه محمد بن الحنفية و جعل قبره مسما وضرب عليه فسطاطاه مختصرا ۔تاتارخانیہ میں پھر عالمگیریہ میں ہے اذا خربت القبور فلا باس بتطينها ۔جواہر الخواطی میں ہے وهو الاصح وعليه الفتوى ۔کفایہ میں فرمایاو ان اهيل عليه التراب بالحجر و الأجر وكذا على القبران احتج الى الكتابة وفي الجامع الصغير لقاضى خان رحمة الله عليه لا بأس بكتابة شيي او بوضع الاحجار على القبر ليكون علامة ۔خاص قبوں کے متعلق تو امام ابن حجر نے نص فرمادی کہ ”علما و اولیا و صلحا کے مزارات طیبہ پر قبہ بنانا قربت ہے۔کمافی مصباح الانام حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں ضرب الفسطاط ان كان لغرض صحيح كالتستر من الشمس للحئ لالا ظلال الميت فقد جاز. اس میں ہے اذاعلى القبر لغرض صحيح لا لقصد المباهات جاز. یہ دونوں ائمہ حضرت ابن حجر عسقلانی وعلامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہما نے تو ان منہ زوروں کے منہ پر پتھر دے دیا ہے۔یہ متبعین شیخ نجدی جس علت سے قبوں و مزاروں کے قلع قمع کے درپے ہیں علمائے کرام اسی علت سے اس کے جواز بلکہ استحباب کا فتویٰ دیتے ہیں۔

محبوبان الٰہی ومقبولان بارگاہ رسالت پناہی سے جلنے والے اسی لیے تو منع کرتے ہیں کہ اس میں ان کی تعظیم ہے اور علما انھیں اس لیے جائز بلکہ قربت فرماتے ہیں ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان ” بناء القباب علىٰ قبور العلماء والاولياء والصلحاء امر جائز اذا قصد بذالك التعظيم في اعين العامة حتى لا يحتقر و اصاحب هذا القبر “یہ دشمنان دین وایمان جو آج اس تعظیم محبوبان خدا کی وجہ سے ان کے مزارات طیبہ کھود ڈالتے ہیں اور ان کا ہدم واجب ٹھہراتے ہین خیریت ہوئی کہ انھیں اب تک یہ معلوم نہ ہوا کہ نماز جنازہ میں بھی تعظیم میت ہے اور وہ اسی لیے مشروع ہوئی ہے اسی واسطے کافر و باغی وقطاع الطریق جن کی اہانت لازم ہے ان کی جنازہ کی نماز نہیں ہوتی اگر اس طرف انھوں نے توجہ کی تو یہ فرض کفایہ یعنی نماز جنازہ کو بھی حرام وشرک ٹھہرائیں گے۔بدائع امام ملک العلماء میں ہے۔هذه الصلوة شرعت لتعظيم الميت و لهذا تسقط من يجب اهانته كالباغي والكافر و قاطع الطريق ۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔آمین۔

☆☆☆☆☆☆

فقیر مصطفےٰ رضا قادری رضوی

بریلوی عفی عنه

(فتاویٰ صدرالافاضل،،مطبوعہ ۲۰۱۷ء/

تنظیم افکار صدرالافاضل ممبئی،ص:۱۶ تا۲۲)

پہلی قسط

کرامات مفتی اعظم ہند

ازقلم:۔شمس الاساتذہ علامہ الحاج مفتی زین العابدین شمسی رضوی علیہ الرحمہ سابق صدر المدرسین جامعہ اہل سنت امداد العلوم، مٹہنا، کھنڈسری، سدھارتھ نگر (یو۔پی۔)

الحمد للہ ذی القوة المتین. والصلوة والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ وشہدایے محبتہ و اولیایے امتہ المکرمین بالکرامة الخارقة للعادة من عند اللہ العزیز الحکیم.

اما بعد .

حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں پر کچھ لکھنے سے قبل آیئے کرامت کی لغوی واصطلاحی تشریح پر نظر کرتے چلیں۔

کرامت۔ الکرامة (مص) امر خارق للعادة من قبل شخص غیر مقارن لدعوی النبوة،(المنجد ص ۶۸۲)

کرامت۔ وہ خرق عادت ہے جو کسی شخص سے ظاہر ہو۔اوراس میں دعویٰ نبوت نہ شامل ہو۔وکرامتہ (ای الولی)ظھور امر خارق للعادة من قبلہ غیر مقارن لدعوی النبوة (شرح عقائد نفسی ونبراس) ولی کی کرامت اس کی جانب سے خرق عادت کا ظاہر ہونا بشرطیکہ دعوائے نبوت سے مقارن نہ ہو۔ اولیائے کرام سے کرامتوں کا ظہور حق وثابت ہے۔قرآن مقدس اوراحادیث اس پر شاہد ہیں جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف ابن برخیا نے پلک جھپکنے بھر میں تخت بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر کر دیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ یمن کی ملکہ بلقیس جو مجوسی آفتاب پرست تھی اور زبر دست حکومت رکھنے والی تھی ۔ اور اس کا تخت نہایت قیمتی اسی (۸۰) گز لمبا چالیس(۴۰) گز چوڑا اور تیس (۳۰) گز اونچا سونے چاندی کا بنا ہوا بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے پاس قاصد بھیجا اورتحریر فرمایا کہ تو اسلام قبول کر غیر اللہ کی عبادت ترک کر کے مطیع ہوکر حاضر ہو۔وہ اپنا تخت مقفل کر کے اطاعت کی غرض سے چلی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو اس کا تخت دربار میں اس کے پہنچنے سے پہلے حاضر کر دے تاکہ بلقیس کو میری رسالت کا یقین حاصل ہو جائے۔ ایک سرکش جن نے کہا ۔حضور میں آپ کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے وہ تخت حاضر دربار کر دوں گا آپ نے فرمایا میں اس سے پہلے چاہتا ہوں، آپ کے وزیر حضرت آصف ابن برخیا نے عرض کی حضور میں پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دوں گا چنانچہ آپ نے دیکھا تو وہ تخت حاضر تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

قال یا ایھا الملؤا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین.قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین قال الذی عندہ علم من الکتب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک .فلما راہ مستقرا عندہ قال ھذامن فضل ربی (پ۱۹،سورة النمل،ع۱۷،آیت:۳۷)

اور جیسے حضرت مریم علیٰ ابنھا وعلیھا السلام کہ جب حضرت زکریا ان کی پرورش کے زمانے میں ان کے لیے کھانا لے کر جاتے تو بے موسم کے پھل ان کے پاس رکھا پاتے تو پوچھتے **یا مریم انی لک ھذا قالت ھومن عنداللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب** (القران سورہ آل عمران ۳.۳۷)

اے مریم یہ پھل تمہارے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ فرماتیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔اللہ جسے چاہے بے حساب رزق عطا فرمائے ۔اس کے علاوہ بہت سی آیات سے کرامات اولیا ثابت ہوتی ہیں۔

حدیثوں سے کرامات کا ثبوت۔

عن انس ان اسید بن حضیر وعباد بن بشر تحد ثا عن النبی ﷺ فی حاجة لهما حتی ذهب من اللیل ساعة فی لیلة شدیدة الظلمة ثم خرجا من عند رسول ﷺ ینقلبان وبید کل واحد منهما عصیة فا ضاء ت عصا احدهما لها حتی مشیا فی ضوء هما حتی اذا افترقت بهما الطریق اضائت للاخر عصاه فمشی کل واحد منهما فی ضوء عصاه حتی بلغ اهله رواه البخاری • مشکوه ص ۵۴۴ با الکرامت)

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضرت اسید ابن حضیر اور حضرت عباد ابن بشر یہ دونوں حضرات اپنی اپنی ضرورتوں کے لیے حضور سے باتیں کر رہے تھے یہاں تک کہ رات کا ایک بڑا حصہ گزر گیا اور رات سخت تاریک تھی پھر حضور کی بارگاہ سے نکل کر یہ دونوں صحابۂ کرام اپنے گھروں کو واپس ہوئے دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک ڈنڈا تھا ان میں سے ایک صاحب کے ڈنڈے میں بھی روشنی پیدا ہوگئی۔ اور دونوں صحابہ کرام اپنے ڈنڈے کی روشنی میں پہنچ گئے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا۔

عن عبد الرحمن ابن ابی بکر قال ان اصحاب الصفة کانوا انا سا فقراء و ان النبی ﷺ قال من کان عنده طعام اثنین فلیذهب بثالث و من کان عنده طعام اربعة فلیذهب بخامس او سادس و ان ابا بکر جاء بثلثة و انطلق النبی ﷺ بعشرة الی آخر الحدیث.

(متفق علیه مشکوة ص ۵۴۵ بان الکرامت)

عبدالرحمٰن ابن ابوبکر سے روایت ہے انھوں نے فریا یا کہ اصحاب صفہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم تنگ دست لوگ تھے۔ اور حضور نے فریا کہ جس کے پاس دو کا کھانا ہو وہ ان میں سے تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے کے لیے لے جائے۔ تو حضرت ابوبکر تین کو لے گئے اور نبی ﷺ دس کو لے گئے اور حضرت ابوبکر نے رات کا کھانا حضور کے یہاں تناول فرمایا پھر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشا کی نماز ادا کی گئی پھر حضور کے دولت کدہ پر واپس آئے اور ٹھہرے رہے۔ حتیٰ کہ حضور نے رات کا کھانا تناول فرمایا۔ پھر ابوبکر کچھ رات گزر نے کے بعد گھر آئے ان کی بیوی صاحبہ نے عرض کیا آپ کو آپ کے مہمانوں کے پاس آنے سے کس چیز نے روکا تھا۔ فرمایا کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ عرض کیا ان حضرات نے بغیر آپ کے آئے کھانا کھانے سے انکار کیا حضرت ابوبکر ناراض ہوئے اور فرمایا واللہ میں اسے کبھی نہ کھاؤں گا تو بیوی صاحبہ نے بھی نہ کھانے کی قسم کھا لیا۔ اور مہمانوں نے بھی قسم کھا لیا کہ وہ بھی کھا نا نہ کھائیں گے۔ پھر حضرت ابوبکر نے فرمایا یہ شیطان کے جانب سے ہوا اور کھانا طلب فرما کر کھایا پھر سبھوں نے کھانا کھایا۔ تو یہ حضرات جب بھی لقمہ اٹھاتے تو اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا حضرت ابوبکر نے اپنی بیوی صاحبہ سے ارشاد فرمایا کہ کیا ماجرا ہے۔ عرض کیا آہ! کیا خوشی وتعجب کا مقام ہے کہ تو پہلے سے تو تین گنا زیادہ ہے تو ان حضرات نے کھایا اور اس برکت والے کھانے کو نبی ﷺ کی خدمت میں بھی پیش کیا۔ تو حضور نے بھی اس سے تناول فرمایا (متفق علیہ) اس حدیث کو امام مسلم و امام بخاری دونوں محدثین نے روایت کیا۔ (جاری)

☆☆☆☆☆

تصویر درد

ضرورت ہے تم اپنے آپ کو اِس وقت پہچانو!
تم اپنی قدر، اپنی اہمیت کو بھولو مت، جانو!
ہماری مت سنو! اقبال کا کہنا ذرا مانو!
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو!
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

بدمذہبوں سے خلط ملط

ممتاز الادباء مفکر ملت حضرت علامہ شاہ محمد قادری کیفی بستوی (رحمہ اللہ) سابق نائب صدر المدرسین جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹہنا، کھنڈسری، سدھارتھ نگر

مسلمانوں کی دردناک حالت نے دردمندان اسلام کو بے چین کر دیا ہے کیوں کہ دشمنان دین کی جرأتیں اور بے باکیاں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں انہیں اسلام کے دعوے داروں میں سے اپنے حامی اور مویدمل جاتے ہیں جو کفار کی خوشنودی کے لیے ایسی ایسی حرکات کر گذرتے ہیں جن کی جرأت یک بیک کفار مشرکین کو ہرگز نہیں ہوسکتی۔

موجودہ صدی سے قبل مسلمان ہر حیثیت سے اعلیٰ نظر آتے تھے ان میں دین داری بھی تھی غیرت اسلامی بھی، دنیا میں ان کا وقار بھی تھا اور اعتبار بھی رعب و ہیبت بھی قوت وشوکت بھی کفار ان کے خوف سے کانپتے تھے کسی کو کیا مجال کہ شریعت طاہرہ یا نبی کریم ﷺ کی شان میں زبان کھول سکتا یا ناقص بات بول سکتا۔

مگر آج کفار و مشرکین کی دریدہ دہنی اور بدزبانی انتہا کو پہنچ گئی ہے وہ شرع مطہر، نبی کریم ﷺ، بزرگان دین اور اکابرین اسلام پر سخت ناپاک جملے بولا کرتے ہیں اور افترا و بہتان اٹھانے کے خوگر ہو گئے ہیں۔ وہ فرقہ جو شان خدا اور جناب انبیا میں گستاخیوں کی جرأت پیدا کرنے کا سب سے زیادہ باعث ہوا وہ وہابیہ ہے۔

وہابی دراصل خارجی ہیں، جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کا اتباع کرتے ہیں ان کے نزدیک دنیا میں کوئی مسلمان نہیں، تمام عالم مشرک مباح الدم ہے انبیا علیہم السلام اور مقبولان بارگاہ رب العالمین کی توہین ان کا دین و ایمان ہے۔

فرقہ وہابیہ کی پیدائش سے متعلق مولانا حسین احمد ٹانڈوی نے شھاب ثاقب ص:۴۲ پر لکھا ہے۔ ''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداے تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چوں کہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل وقتال کیا۔،،

ذیل میں ان کے چند عقائد مع حوالۂ کتب اور اس کے مقابلے میں اسلامی عقائد درج کیے جاتے ہیں ملاحظ فرمائیں!

وہابی عقیدہ:۔ خداے تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (مسئلہ امکان کذب) براہین قاطعہ، مصنف: مولوی خلیل احمد امبیٹھوی۔ جہد المقل، مولوی محمود حسن۔

اسلامی عقیدہ:۔ جھوٹ بولنا عیب ہے جیسے کہ چوری یا زنا وغیرہ اور رب تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے ''**ومن اصدق من الله حديثاً**'' (القرآن) نیز خدا کی صفات واجب ہیں نہ کہ ممکن لہٰذ خدا کے لیے ''سکنا'' کہنا بے دینی ہے۔

وہابی عقیدہ:۔ خداے تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی، جب بندے اچھے یا برے کام کر لیتے ہیں تب اس کو معلوم ہوتا ہے (بلغۃ الحیران، ص:۵۷) زیر آیت:۔

''**الا على الله رزقها ويعلم مستقرها و مستود عها كل في كتاب مبين**'': مصنفہ مولوی حسین علی بھچرانوالہ شاگرد مولوی رشید احمد صاحب۔

اسلامی عقیدہ:۔ جو ایک آن کے لیے کسی چیز سے اس کو بے علم مانے وہ بے دین ہے۔ (عام کتب عقائد) وہابی جب خداے تعالیٰ کے علم غیب کے بھی منکر ہیں تو اگر حضور ﷺ کے علم غیب کا انکار کریں تو کیا تعجب ہے!۔

وہابی عقیدہ:۔ اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس مصنفہ مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیو بند۔

اسلامی عقیدہ:۔ کوئی غیر نبی خواہ ولی ہو یا غوث یا صحابی کسی کمال علمی عملی میں نبی کے برابر نہیں ہوسکتا بلکہ غیر صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ صحابی کا کچھ جو خیرات کرنا ہمارے صدہا من سونا خیرات کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ (حدیث)

وہابی عقیدہ:۔ حضور ﷺ کا مثل و نظیر ممکن ہے (رسالہ یکروزی مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی)

اسلامی عقیدہ:۔ رب تعالیٰ بے مثل خالق ہے اور اس کے محبوب بے مثل بندے وہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ہیں ان اوصاف کی وجہ سے آپ کا مثل محال بالذات ہے۔ (رسالہ امتناع النظیر مصنفہ مولانا فضل حق خیر آبادی)

وہابی عقیدہ:۔ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے۔ (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب و تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)

اسلامی عقیدہ:۔ جو شخص کسی مخلوق کو حضور ﷺ سے زیادہ علم والا مانے وہ کافر ہے۔ (شفا شریف)

وہابی عقیدہ:۔ حضور ﷺ کا علم بچوں، پاگلوں، جانوروں کی طرح یا ان کے برابر ہے (حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب)

اسلامی عقیدہ:۔ حضور ﷺ تمام مخلوق الٰہی میں بڑے عالم ہیں۔ حضور ﷺ کے کسی وصف پاک کو ادنی چیزوں سے تشبیہ دینا یا ان کے برابر بتانا صریح توہین ہے اور یہ کفر ہے۔

وہابی عقیدہ:۔ حضور ﷺ کو بھائی کہنا جائز ہے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں۔ (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب و تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب)

اسلامی عقیدہ:۔ حضور ﷺ کو الفاظ عام سے پکارنا حرام ہے اور اگر بہ نیت حقارت ہو تو کفر ہے۔ (قرآن کریم)

وہابی عقیدہ:۔ نماز میں حضور ﷺ کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی)

اسلامی عقیدہ:۔ جس نماز میں حضور ﷺ کی عظمت کا خیال نہ ہو وہ نماز ہی نامقبول ہے اسی لیے التحیات میں حضور ﷺ کو سلام کرتے ہیں۔

وہابی عقیدہ:۔ ہر چھوٹا بڑا مخلوق (نبی اور غیر نبی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی)

اسلامی عقیدہ:۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ''وکان عند اللہ وجیھا'' پھر فرماتا ہے۔'' العزّۃ للہ ورسولہ وللمومنین ''جو نبی کو خدا کے سامنے ذلیل جانے وہ خود چمار سے ذلیل ہے

نوید مسرت

مورخہ ۲۹ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ کی شب مطابق ۳۰/اگست ۲۰۱۹ء کو نورانی مسجد میواتی پورہ شہر فیض آباد میں امیر المومنین فی الحدیث، ممتاز الفقہا، حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفی قادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ نے فقیہ عصر مفتی محمد معراج القادری جامعی مصباحی صاحب قبلہ قاضی شرع شہر فیض آباد و ضلع اجودھیا کی تحریک پر راقم الحروف (محمد سلمان رضا خان حنفی قادری جامعی ازہری)، حضرت مولانا مفتی شمس القمر فیضی، حضرت مولانا مفتی رفیع الزماں مصباحی صاحبان اساتذہ دارالعلوم بہار شاہ قندھاری بازار شہر فیض آباد، حضرت مولانا عبدالمعید قادری ازہری، حضرت مولانا مفتی نصیرالدین جامعی مصباحی صاحبان اساتذہ الجامعۃ الاسلامیہ روناھی کو "اجازت فقہ وحدیث" سے سرفراز فرمایا، اور دو سندوں سے ہمیں بیان فقہ اور روایت حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(۱) جلالۃ العلم، حافظ ملت، حضرت علامہ عبدالعزیز قادری محدث مرادآبادی نوراللہ مرقدہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ۔ (۲) شہزادہ حضور اعلی حضرت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمارے جملہ اساتذہ کرام و مشائخ عظام کے مراتب و درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

طالب دعا: محمد سلمان رضا خان حنفی قادری جامعی ازہری

استاذ الجامعۃ الاسلامیہ روناھی فیض آباد یوپی۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

از۔قاری عبدالرحمٰن خاں قادری، مدیر ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت''، بریلی شریف

آج ہندوستان میں مسلمانوں کو جینا دوبھر ہے۔اس پر عرصۂ حیات تنگ سے تنگ تر کیا جا رہا ہے۔سفر کرنا دشوار، بازار سے گزرنا مشکل، آپس میں بات کرنا مصیبت، ہندو محلوں سے گزرنا محال، داڑھی والوں کو دیکھ کر آوازیں مارنا، لعن طعن کرنا، مسلم دشمن نعرے لگانا، پھبتیاں کسنا، اگر کچھ کہا تو زبردستی پکڑ کر لاٹھی ڈنڈے برسانا، نہایت بے دردی سے پیٹ پیٹ کر مار ڈالنا، سفر کرنا مشکل، ٹرینوں میں مسلمانوں کو بے دردی سے مارا جا رہا ہے۔انھیں کفریہ کلمات بکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ظلم و تشدد کی انتہا کہ بے بس مسلم مسافر کو چلتی ٹرین سے نیچے پھیکا تک جا رہا ہے۔عورتوں کی عزتوں پر حملے کیے جا رہے ہیں۔اماموں کو زبردستی ترشول اور تلوار کے بل پر ان کے حجروں سے باہر نکال کر زد و کوب کیا جا رہا ہے۔ہندوستان میں جمہوریت اور آئین کو شدید خطرہ لاحق ہے۔نصاب میں بے جا تبدیلی کی کوششیں جاری ہیں۔قانون شریعت کے خلاف ایوان میں بل پیش کیے جا رہے ہیں۔یعنی مسلمانوں اور اسلام کے خلاف صرف ہندو عوام ہی نہیں بلکہ زمام اقتدار بھی درپئے آزار ہے۔حالات یہ ہیں کہ عام راہ سے گزرنے والے سیدھے سادے مسلمان کو جبراً پکڑ کر گھسیٹ لیا جاتا ہے پھر اس کی کوئی خبر نہیں ملتی۔گائے کا کاروبار کرنے والا بے قصور مسلمان غنڈوں کی بھیڑ میں پھنس جاتا ہے اور مار دیا جاتا ہے۔ہجومی تشدد میں کتنے مسلمان مار دیئے گئے کوئی گنتی نہیں۔ہندوستان میں کہاں کہاں مسلمانوں کو گھیر گھیر کر مارا، قتل کیا۔کہاں کہاں گئو کشی کے نام پر ہلاک کیا کچھ نہیں معلوم۔مسلم نوجوان منظّم سازش اور منصوبہ بند طریقے سے گرفتار کر کے ہمیشہ کے لیے غائب کر دیئے گئے لاش تک کا پتہ نہیں۔تنہا یا دو تین مسلمان نوجوان گزر رہے ہیں ہندو دہشت گردوں کا گروہ انھیں گھیر لیتا ہے اور بڑی بے دردی سے مار مار کر ہلاک کر دیتا ہے وہ بیچارا نہتا مجبور، بے سہارا اور بے بس مسلمان نہایت لاچاری و بے کسی کے عالم میں دشمنوں کی لاٹھی ڈنڈوں کی ضرب سے نڈھال ہو کر اپنا دم توڑ دیتا ہے۔ہندو دہشت گرد خوش ہیں کہ انھوں نے ایک بڑا کام کر دکھایا۔ویڈیو بنا رہے ہیں اور خوشی خوشی اسے وائرل کر رہے ہیں۔ہندوستانی حکومت سب کچھ جانتے ہوئے بھی انجان ہے۔لیڈران وطن گھی کے چراغ جلا رہے ہیں کہ مسلم ہمارے دباؤ میں ہیں۔کھل کر اپنے مذہبی پروگرام انجام دینے سے قاصر ہیں۔ان کا جینا حرام ہے۔ہماری دہشت ان پر طاری ہے۔ہماری جے جے کار کرنے پر مجبور ہیں۔

☆ ان متعصب لیڈروں اور حکومت کے نمائندوں کو ملک کی بدنامی کا کوئی غم یا احساس تک نہیں اور کیوں ہو، یہی افراد شر پسندوں کو طاقت اور پناہ دے رہے ہیں بلکہ ظلم و ستم اور مار کاٹ کی تعلیم دے رہے ہیں۔انھیں کے سائے میں شر پسند چین کی بنسی بجا رہے ہیں۔کوئی لیڈر سمجھا رہا ہے کہ ۱۰۰/۱۰۰ر کی تعداد میں غول بنا کر نکلو اور جہاں ایک دو مسلمان ملیں انھیں ٹھکانے لگا دو۔کوئی تعلیم دے رہا ہے کہ اُن کی لڑکیوں پر قبضہ کرو۔اگر مزاحمت ہو تو طاقت کا استعمال کرو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔کوئی تاکید کر رہا ہے خبردار انھیں منھ نہ لگانا۔یہ ملک ہمارا ہے۔ہم جیسے چاہیں گے چلائیں گے اور جسے اس ملک میں رہنا ہے وہ ہمارے بتائے ہوئے طریقے سے رہے اور ہمارے بنائے دستور پر چلے ورنہ ملک چھوڑ دے۔

گئو کشی کے نام پر کتنے مار دیے گئے۔کتنے مسلمان ہجومی تشدد کا شکار ہوئے۔کتنوں کو ٹرین میں مارا گیا۔کتنے نوجوان خاموشی سے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔کوئی گنتی نہیں۔سینکڑوں میں سے کوئی ایک آدھ خبر سامنے آجاتی ہے۔کتنوں نے اپنا وطن چھوڑا۔دوسری محفوظ جگہ پناہ گزیں ہوئے۔وہاں بھی سکون نہیں۔دشمن چین نہیں لینے دیتے۔صبح و شام ایک مایوسی ہے۔ایک کرب و اضطراب کا ماحول ہے۔ایک بے چینی و بے قراری کا تسلط ہے۔ایک خوف و ہراس طاری ہے کہ کب اٹھا لیے جائیں۔

کب ماردیے جائیں کچھ پتہ نہیں۔ماؤں اور بہنوں کی عزت بھی ہمہ وقت خطرے میں۔کمسن وشیر خوار بچے بھی محفوظ نہیں!۔

یہ ہے ہمارا ملک عزیز ہندوستان جہاں مسجدوں کو خطرہ، مدرسوں پر ہر وقت خوف کا سایہ،مولوی ہر وقت خوفزدہ اور ہراساں۔ہر مسلمان ایک بےچینی اوراضطراب کا شکار۔

☆ایسے کشیدہ اور تشویش ناک ملکی حالات میں بھی خانقاہوں کے سجادگان اور مشائخ طریقت بے فکر وپُرسکون ۔اپنے عشرت کدوں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں ۔ان کو صرف مال کی طلب ہے۔''مآل'' سے کوئی غرض نہیں۔اپنا عرس الگ کرنا،انسانی بھیڑ جٹانا،مریدوں کی تعداد بڑھانا،زیادہ سے زیادہ مجمع دکھا کر اپنی دھونس جمانا،اپنے خوشامدی اور چاپلوس کو سب سے باعزت گردانا، ہر شخص کو حقیر اور کمتر اور خود کو سب سے بلند و برتر سمجھنا یہ ان کی عادت بلکہ کرامت ہے۔ایک بریلی شریف کی خانقاہ رضویہ ہے جس نے کسی بدعقیدہ سے کوئی سمجھوتا نہیں کیا اور ہر محاذ وموقع پر مسلمانوں کی رہ نمائی فرمائی ورنہ کتنی خانقاہیں تو ایسی کہ انھیں دنیا میں رسوائی کی پرواہ نہ آخرت میں ذلت کا خوف۔بت پرستوں سے دوستی اور مصافحہ ومعانقہ کرنے میں انھیں کوئی عار نہیں!۔گستاخان رسالت اور دشمنان اہل بیت سے ملنے میں انھیں فخر۔(الامان والحفیظ)

☆ہندوستانی موجودہ حالات میں میرے نزدیک نہایت ضروری ہے کہ روحانی خانقاہیں اور دینی مدارس ایک ہوجائیں اور متحدہ طور پر کوئی مؤثر لائحۂ عمل تیار کریں۔اشرفی ،رضوی اور برکاتی،وغیرہ کے فروعی اختلافات کا خاتمہ ہونا چاہیے۔مل جل کر بیٹھیں اور ایک دوسرے کا درد سمجھیں۔مدارس اور جامعات اپنی باہمی رسہ کشی کا خاتمہ کردیں اور مسلم قوم کے تحفظ اور ان کی پاسبانی اور حفاظت کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں۔

۱۹۴۷ء میں ہم انگریزوں سے آزاد ہوئے مگر ظلم و بربریت سے آزاد نہیں ہوئے۔اب اسی ظلم و بربریت اور سفاکی و درندگی کے خلاف ہمیں صف آرا ہونا ہوگا۔کب ہم پر حملہ ہو جائے،ہمارے بچوں کو تہہ تیغ کردیا جائے،ہماری جائیداد لوٹ لی جائے،ہماری عزت و آبرو تار تار کردی جائے کچھ نہیں معلوم۔ہمیں جاگنا ہوگا اور خانقاہوں کے عشرت کدوں میں بے فکری کی گہری نیند سونے والے بے خوف پیروں کو جگانا ہوگا۔اب وقت نہیں کہ ہم اُن کے جھوٹے قصیدے ہی پڑھتے رہیں۔اُن کی غیر شرعی حرکات کو''کرامات'' سے تعبیر کرتے رہیں۔اب ضرورت ہے کہ ہم خود ہی جاگیں اور انھیں بھی جگائیں کیونکہ دشمن کھلے عام ہتھیاروں سے مسلح ہوکر صرف ہماری صفوں میں ہی داخل نہیں ہوا بلکہ ہماری خواب گاہوں میں بھی داخل ہو چکا ہے۔ہماری گردنوں پر دشمن کی ننگی تلواریں لٹک رہی ہیں۔ہمیں قتل بھی کیا جارہا ہے اور ویڈیو بنا کر پوری دنیا کو اپنی سفاکی اور بربریت کا تماشا بھی دکھایا جارہا ہے۔اب سونے کا وقت نہیں۔جاگیے بہت سو چکے۔اب بھی اگر نہیں جاگے تو پھر کبھی نہیں جاگ سکوگے۔اور حال یہ ہوگا کہ۔ع

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

☆ہندوستان کا ہر مسلمان کسی نہ کسی خانقاہ سے وابستہ ہے۔اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ خانقاہیں ایک ہو جائیں۔مسلمان ایک ہو جائیں۔خانقاہیں متحدہ طور پر اپنے ارادت مندوں کے لیے کوئی پیغام اور کوئی لائحۂ عمل پیش کریں۔مسلم عوام کسی کی بات مانیں یا نہ مانیں مگر اپنے شیخ وپیر کی بات ضرور مانیں گے اور اس پر عمل اپنی اولین ذمہ داری سمجھیں گے۔لہٰذا ضرورت ہے کہ مشائخ طریقت اب جاگ جائیں۔

اگر یہ جاگ جائیں گے تو عوام کو جگانے کی ضرورت نہیں۔علماے اہل سنت ہنسی مذاق،لطیفوں اور چٹکلوں پر مشتمل لمبی لمبی تقریروں کے بجائے کام کی باتیں کریں۔مسلم قوم کی فلاح اور حفاظت و پاس داری کے بارے میں غور وفکر کریں اور یہ نہ سوچیں کہ ہم محفوظ ہیں۔ہمارا کچھ بگڑنے والا نہیں۔ہم قوم کے رہنما ہیں۔یاد رہے یہاں ہر مسلمان غیر محفوظ ہے۔ہر ایک کے سر پر شمشیر برہنہ لٹک رہی ہے۔

ہر ایک دشمن کے نشانہ پر ہے۔ ہر ایک کی حرکات و سکنات پر دشمن کی نظر ہے۔ ہمیں بر ما جیسے حالات بر پا ہونے سے پہلے کچھ کرنا ہوگا۔ ابھی وقت ہے کہ ہم جاگ جائیں اور ہوش وحواس کے ماحول میں کوئی پروگرام تشکیل دیں۔ کافروں کی چاپلوسی اور لیڈروں کی خوشامد کرتے کرتے ہم یہاں تک آ گئے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ اور حال یہ ہوا کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم — نہ یہاں کے رہے نہ وہاں کے رہے

☆امام عالی مقام علیٰ جدہ وعلیہ السلام نے دشمن کے سامنے سر جھکانے کے بجائے سر کٹانا گوارا کیا اور دنیا کو ایک درس وفا دے دیا۔ ایک پیغام خوداری عطا فرما دیا اور اپنی بے مثال قربانی کے ذریعہ بتادیا کہ دشمن سے رحم وکرم کی بھیک نہ مانگو۔ بلکہ اپنی طاقت وشجاعت سے دشمنوں کے درجنوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار کر فنا ہو جاؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو مرو گے نہیں امر ہو جاؤ گے۔ تمہارا نام روشن وتاب ناک اور لازوال ہو جائے گا بلکہ تاریخ کے ماتھے پر جلی حرفوں میں نقش ہو جائے گا۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ہم اپنے مدرسوں سے اور مشائخ اپنی خانقاہوں سے متحدہ طور پر نکلیں اور قوم میں بے داری عمل کی لہر پیدا کریں ہماری اجتماعیت دشمن کو اس کے ناپاک ارادوں میں ناکام کرنے کے لیے کافی ہے۔ ہم اگر ایک ہو کر کوئی آواز بلند کر دیں تو شہر کے در و دیوار سے لے کر ایوان سیاست تک تہلکا بلکہ زلزلہ آ جائے۔ قوم کو جگانے سے فائدہ کچھ نہیں قوم کے قائدین علما و مشائخ کو جگایئے اور میدان عمل میں سب کو یک جا کیجیے۔ محاذ پر صرف قوم نہیں قائدین بھی نظر آئیں۔ یہ منظر دیکھ کر دشمن کے پاؤں اکھڑ جائیں گے۔ اب وقت سونے کا ، آپس میں لڑنے یا ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کا نہیں بلکہ کچھ کر دکھانے کا ہے۔ اقبال نے ایک صدی پہلے ان مشائخ طریقت کو پیغام عمل دیا تھا۔ اب اس پر عمل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ع

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

(صفحہ نمبر ۲۱ کا بقیہ)

اٹھاون (۵۸) منصوصات اور بہتر (۷۲) زیادات۔

آپ نے ان مسائل کے بیان کے دوران ان پانی کا جو کیمیاوی تجزیہ بیان کیا ہے اور زمین کی چٹانوں، معدنیات اور سمندر کے اندر پائے جانے والے پتھروں کا جس طرح تفصیلا ذکر کیا ہے جدید سائنس داں بھی حیران ہیں۔

(۳) اسی طرح علوم عقلیہ، ہیئت ہو یا ہندسہ علم مثلث کروی ہو یا مسطحی، الجبرا ہو یا زیج یا تکسیر کوئی مصنف آپ کی تحقیق وتدقیق اور تحریر وتنقیح سے محروم نہیں۔ مثلا امام موصوف کی ایک کتاب،، کشف العلہ عن سمت القبلہ،، یہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے سمت قبلہ دریافت کرنے کے لیے دس قواعد اور اس کے حسابات پر مشتمل ہے اس سے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں'' قواعد علم مثلث کے فارمولوں پر مبنی ہیں اور تحقیق و تسہیل کے پیش نظر شکل مغنی وشکل ظلی دونوں سے کام لیا ہے مطلوب کو ثابت کرنے کے لیے کئی فارمولے خود ایجاد کیے ہیں ان کو مثلث کروی کے ذریعہ اس طرح ثابت کیا ہے کہ کسی کے لیے شک وریب کی گنجائش نہ رہے۔

آپ ایک جامع العلوم، یگانۂ روزگار اور عبقری شخصیت تھے۔ آپ نے نہ صرف علوم دینیہ ہی میں بے محابانہ، محققانہ اور مجتہدانہ کام کیا بلکہ علوم عقلیہ اور دیگر علوم وفنون میں اپنے ہم عصر علما بلکہ ماہرین فن سے کہیں زیادہ تصانیف وتالیف تحریر کر ڈالیں۔ آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف ایک ہزار سے زیادہ بتائی گئی ہیں۔ خود امام موضوف کی خود نوشت تحریر کے مطابق ۵۵ سے زیادہ علوم پر محیط ہیں اور ہر علم وفن میں انھوں نے کوئی نہ کوئی تصنیفی یادگار ضرور چھوڑی ہے یہ چند نمونے ہیں اگر مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو مزید خصوصیات پر بھی اظہار خیال کیا جا سکتا تھا۔

جنت نشاں جموں

از:۔ مولانا مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بلند پایہ نبوت کے ساتھ دنیا کی حکم رانی بھی عطا فرمائی تھی، ان کی زیر حکومت انسانوں کے علاوہ جنات اور پریاں بھی تھیں۔ پوری دنیا کا دینی اور دنیاوی نظام اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرما دیا تھا، وہ اپنے تخت شاہی کو حکم دیتے تو وہ اڑنے لگتا، روایت ہے کہ ایک دن وہ کشمیر کے بالائی حصے سے گزر رہے تھے تو ان کی نگہ انتخاب کشمیر کی وادیوں پر پڑی، بلند پہاڑیوں اور خوش گوار موسم میں پوری وادی پانی سے لبریز تھی، آپ نے اپنے بیڑے کو پہاڑ کی ایک خشک چوٹی پر اترنے کا حکم دیا، آپ کے ساتھ قدآور مصاحب، جنات اور پریاں بھی تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق مشاورت ہوئی اور یہ طے ہوا کہ اگر اس وادی سے پانی نکال دیا جائے تو یہاں آبادی بڑی خوش گوار زندگی گزارے گی۔ مگر سوال یہ تھا کہ اس پانی کو نکالا کیسے جائے، جنات کا سردار "کاش" آگے بڑھا اور اس نے عرض کیا: حضور! اگر پریوں کی ملکہ "میر" سے میری شادی کرا دی جائے تو اس خدمت کو انجام دینے کے لیے میں تیار ہوں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے وعدہ فرما لیا، جن "کاش" نے اپنے طلسماتی عمل سے بارہ کا پہاڑ کاٹ دیا۔ جن "کاش" کے اس عمل سے اس خوش نما وادی سے پانی بہہ گیا، حسب وعدہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پری "میر" سے اس کا نکاح بھی کرا دیا، اس کے بعد اس وادی کا نام "کاش میر" پڑ گیا۔ اب وہ کثرت استعمال سے "کشمیر" ہو گیا، جب کہ بعض حضرات "کاش میر" بھی لکھتے اور بولتے ہیں۔

خطہ کشمیر کے عقب میں کوہ "برمکھ" کی چوٹی پر تخت سلیمان علیہ السلام اسی واقعہ سے مشہور ہے۔ چودھویں صدی عیسوی میں جب شیخ طریقت حضرت سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز کشمیر میں جلوہ گر ہوئے تو انھوں نے اسی مناسبت سے کشمیر کا نام "باغ سلیمان" رکھا۔ کشمیر نام کے متعدد پس منظروں میں سے ایک یہ بھی ہے جو قرین قیاس اور راجح ہے۔

اس پیراگراف کا حاصل یہ ہے کہ وادی کشمیر کی تلاش ایک اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر نے فرمائی تھی۔ اور ایک اللہ تعالیٰ کے ولی نے اس کا نام "باغ سلیمان" رکھ کر اس کی تصدیق بھی فرما دی، یہ وادی ابتدا ہی سے مسلمانوں کی رہی ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی اس میں اکثریت مسلمانوں ہی کی ہے۔

مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے جموں وکشمیر کے حکم راں مہاراجہ ہری سنگھ ہوئے، تقسیم وطن کے موقع پر باضابطہ اس کا وزیر اعظم بھی ہوتا تھا اور صدر بھی، راجہ ہری سنگھ نہیں چاہتے تھے کہ یہ علاقے پاکستان میں ضم ہوں اس لیے اس وقت کے کشمیر کے وزیر اعظم شیخ فاروق عبد اللہ نے ۳۷۰ کا ڈرافٹ تیار کیا، جس میں کچھ امتیازی اختیارات تھے، شیخ عبد اللہ نے راجہ ہری سنگھ کو تیار کر لیا اور اسی کے ساتھ ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کو بھی تیار کرنے کی کوشش کی اور مسلسل جدوجہد کے بعد جموں وکشمیر کا ہندوستان سے الحاق ہو گیا۔ وہ ایک نازک وقت تھا اس دور میں اگر دفعہ ۳۷۰ کے ساتھ کشمیر کا الحاق نہیں کیا جاتا تو حالات مزید بدتر ہو سکتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جموں وکشمیر واقعی جنت نشان ہے۔ وہاں پہاڑوں کے کنارے سے نکلتے ہوئے راستے میں روڈ کے ایک جانب سر بہ فلک خوش کن پہاڑ نظر آتے ہیں تو دوسری جانب تحت الثریٰ کی گہرائی کا منظر ہوتا ہے۔ ہم نے متعدد بار سری نگر، پلواما، اسلام آباد، اور بارہمولا وغیرہ کا تبلیغی سفر کیا ہے۔ درگاہ حضرت بل میں متعدد بار خطابات ہوئے ہیں اور سری نگر میں کشمیر یونی ورسٹی میں بھی مسئلہ ختم نبوت پر بیان ہو چکا ہے۔ جموں اور اس کے قرب وجوار کے مختلف اضلاع کے بھی دورے کیے ہیں۔ وادی کشمیر کی ایک مستقل تہذیب ہے۔ رہن سہن اور کھانے پینے کے بھی منفرد انداز ہیں۔ ''چناب'' اور ''جہلم'' کے ساحلوں پر حیرت انگیز کشش رہتی ہے۔ ''ڈل جھیل'' میں ہاؤس بوٹس بھی بڑے خوب صورت لگتے ہیں، ہمیں بھی ایک بار چند روز اس میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ ہم نے سری نگر اور بارہمولا وغیرہ میں چند بڑے مشائخ کے مزارات پر حاضری کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔

بھارت کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی ہدایت پر اس وقت کے صدر راجندر پرساد نے دفعہ ۳۷۰ر کے لیے ۱۹۵۴ء میں حکم نامہ جاری کیا جسے دفعہ ۳۵ر-اے کا نام دے کر آئین ہند کا حصہ بنا دیا گیا۔

آئین ہند کی دفعہ ۳۷۰ر جموں وکشمیر کو اپنا آئین بنانے اور اسے برقرار رکھنے کی آزادی دیتی ہے جب کہ بیزیادہ تر امور میں وفاقی آئین کے نفاذ کو جموں وکشمیر میں ممنوع کرتی ہے۔ اس خصوصی دفعہ کے تحت دفاعی امور، مالیات اور خارجہ امور وغیرہ کو چھوڑ کر کسی اور معاملے میں متحدہ مرکزی حکومت، مرکزی پارلیمان اور ریاستی حکومت کی توثیق کے بغیر بھارتی قوانین کا نفاذ ریاست جموں وکشمیر میں نہیں کر سکتی۔ اس خصوصی دفعہ کے تحت شہریوں کے لیے جائداد، شہریت اور بنیادی انسانی حقوق شامل ہیں۔

مہاراجہ ہری سنگھ کے ۱۹۲۷ء کے باشندگان ریاست قانون کو بھی محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بھارت کا کوئی بھی عام شہری ریاست جموں وکشمیر کے اندر جائداد نہیں خرید سکتا۔ یہی نہیں بلکہ بھارتی کارپوریشنز اور دیگر نجی اور سرکاری کمپنیاں بھی ریاست کے اندر رہائشی کالونیاں بنانے، صنعتی کارخانے، ڈیم اور دیگر کارخانے لگانے کے لیے ریاستی آراضی پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ کسی بھی قسم کے تغیرات کے لیے ریاست کے نمائندگان کی مرضی حاصل کرنا ضروری ہے جو منتخب اسمبلی کی شکل میں موجود ہوتے ہیں۔

اس دفعہ کا محرک جموں وکشمیر کے مہاراجہ کے ساتھ ہوا عہد و پیمان ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ریاست کو کسی بھی طرح ہندوستان کے وفاقی آئین کو تسلیم کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا اس کے چند اہم مقاصد حسب ذیل ہیں:

(۱) ریاست پر ہندوستان کے مرکزی آئین کا صرف کچھ امور میں نفاذ ہوگا۔

(۲) ریاست اپنا آئین وضع کرے گی جو ریاست میں سرکاری ڈھانچے کو تشکیل دے گا۔

(۳) مرکزی حکومت کی کوئی بھی تبدیلی صرف اس وقت ریاست میں کی جا سکتی ہے جب ریاستی اسمبلی اجازت دے گی۔

(۴) اس دفعہ کو صرف اس وقت تبدیل کیا جا سکتا ہے جب دفعہ میں تبدیلی کے تقاضے پورے ہوں اور ریاست کی مرضی اس میں شامل ہو جس کی ترجمانی وہاں کی ریاستی اسمبلی کرتی ہے۔

(۵) دفعہ میں تبدیلی صرف ریاستی اسمبلی کی سفارشوں پر کی جا سکتی ہے مرکز اس کا مجاز نہیں ہے۔

جنت نشاں کشمیر ۵راگست ۲۰۱۹ء کے بعد سے مسلسل نظر بند ہے۔ ریاست جموں وکشمیر ہندوستان کی آزادی کے بعد کش مکش میں مبتلا تھا، اس بہتّر (۷۲) سالہ دور میں جموں وکشمیر مختلف آزمائشوں سے گزرتا رہا ہے۔ اس میں ملکی اور غیر ملکی دہشت گردیوں کا نشانہ بھی بنتا رہا ہے۔ در اصل آرٹیکل ۳۷۰ر اور ۳۵ر-اے کے منسوخ ہونے کے بعد جموں وکشمیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

(۱) لداخ کو سینٹرل گورنمنٹ کے مستقل ماتحت کر دیا گیا، اب وہاں اپنی اسمبلی نہیں ہوگی بلکہ سب کچھ مرکزی حکومت کے ماتحت ہوگا۔

(۲) جموں وکشمیر یہ بھی بعض شرائط کے ساتھ مرکزی حکومت کے ماتحت رہے گا۔ اس میں اسمبلی ہوگی۔

واضح رہے کہ ۴؍اگست ۲۰۱۹ء کی شب ہی سے جموں وکشمیر کی سابق وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی، عمر عبد اللہ اور دوسرے مین اسٹریم کے لیڈران کو نظر بند کر دیا گیا تھا، انٹرنیٹ اور ٹیلی فون کی سہولیات ٹھپ کر دی گئی تھیں۔ دفعہ ۱۴۴؍نافذ کر دی گئی، اپوزیشن کی طرف سے ''بی۔ ایس۔ پی''، ''ایس۔ پی''، ''عام آدمی پارٹی'' اور ''وائی۔ ایس۔ آر۔ کانگریس'' نے حمایت کی ہے۔ جب کہ اپوزیشن کانگریس، ''سی۔ پی۔ ایم''، ''آر۔ جے۔ ڈی''، ''ایم۔ ڈی۔ ایم''، ''ترنمول کانگریس'' اور ''سماج وادی پارٹی'' سمیت دیگر پارٹیوں نے مخالفت کی ہے جب کہ ''این۔ سی۔ پی'' نے ووٹنگ میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔

حکومت ہند کے ذمہ داروں نے یہ بل آسانی سے منظوری کی میز تک نہیں پہنچایا بلکہ اس کی شدید مخالفت بھی ہوئی، ''مسٹر غلام نبی آزاد'' اور دیگر افراد نے جم کر مخالفت کی مگر چوں کہ راجیہ سبھا اور لوک سبھا میں ''آر۔ ایس۔ ایس'' ذہن والے ''بی۔ جے۔ پی'' کے افراد زیادہ ہیں۔ اس لیے تمام دلائل وشواہد خس وخاشاک ہوگئے اور ان کا کیا دھرا سب برابر ہو گیا، ''اقوام متحدہ'' نے بھی دبے لفظوں میں مخالفت کی، ''امریکی صدر'' نے بھی ہندوستان کے وزیر اعظم مسٹر ''نریندر مودی'' اور ''پاکستانی وزیر اعظم'' سے متعدد بار ثالثی کا کردار ادا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، مگر جب ''مسٹر مودی'' نے براہ راست ملاقات کی تو انھیں بھی شیشے میں اتار لیا۔ ''چین کے صدر'' نے بھی ''لداخ'' کے تعلق سے آواز بلند کی، مگر ان تمام مخالفتوں کا کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا اور نہ آنے کی امید نظر آ رہی ہے۔

ان دونوں دفعات کے پس منظر میں جموں وکشمیر میں موجود تمام لوگوں کے لیے مسلسل گورنمنٹ نے آرڈر نافذ کیے کہ جتنی جلدی ہو سکے غیر ریاستی افراد ہندو ہوں یا مسلمان یا دیگر افراد جموں وکشمیر کو خالی کر دیں اس وقت ایک حیرت انگیز افراتفری کا ماحول رہا، جموں وکشمیر میں ٹرانسپورٹ کی سروس بند کر دی گئی، مزدور اور غریب طبقات کے افراد سری نگر وغیرہ میں بھوکے پیاسے ہوگئے، واپس آنے کے لیے مجبور ہیں، گاڑیوں کا انتظار کرتے رہے، مگر ان کی مدد نہ فوج کر رہی تھی اور نہ سیاسی افراد، اسی پر بس نہیں! بلکہ سرکردہ سیاسی افراد کو نظر بند یا گرفتار کر لیا گیا۔ ان کی تعداد بھی پانچ سو سے زیادہ ہے، ان میں عالی جناب عمر عبد اللہ، سابق وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دیگر کشمیریوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا ان کی تعداد بھی چار ہزار سے زائد ہے۔ اس وقت کشمیر کی حالت انتہائی تشویشناک ہے ان کے سارے مواصلاتی نظام کو معطل کر دیا گیا ہے نہ موبائل کام کر رہے ہیں اور نہ الیکٹرانک میڈیا، نہ اخبارات آ رہے ہیں اور نہ ہی رسائل وجرائد، میڈیا والے بھی اندر جانے اور حالات دیکھنے اور دکھانے سے قاصر ہیں۔ جگہ جگہ خاردار تاروں سے ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔ اگر وہ کچھ حاصل بھی کرتے ہیں تو انھیں اصل دردناک مناظر دکھانے سے سختی سے روک دیا جاتا ہے۔ عام طور پر ہندوستانی میڈیا تو پہلے ہی سے مودی حکومت کا گودی بن چکا ہے۔ چند افراد اگر کاوش بھی کرتے ہیں تو انھیں حکومتی دباؤ کے حالات ناکام بنا دیتے ہیں۔

ملکی میڈیا اس وقت وہی دکھا یا بتا رہا ہے جو مرکزی حکومت چاہتی ہے، یعنی جموں وکشمیر میں سب کچھ ٹھیک ہے۔ غیر ملکی میڈیا کسی طرح جو کچھ حق اور سچ بتانے یا دکھانے کی کوشش کر رہا ہے اسے ملک مخالف پروپیگنڈہ کہہ کر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ یعنی یہ صحافی، ہند مخالف ہیں، حقائق سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو صرف ہندو مسلم فسادات

کی راہ ہم وار کر رہے ہیں۔ ہند میں نفرت و بیزاری کا ماحول پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر سچائی یہ ہے کہ جو حقائق اور دردناک مناظر سامنے آ رہے ہیں انھیں دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ سری نگر وغیرہ میں جو کثیر مسلم خواتین مظاہرے کر رہی ہیں اور ۳۷۰/اور ۳۵/اے، کی تنسیخ کے خلاف نعرے لگا رہی ہیں ان پر مسلسل ظلم و تشدد ہو رہے ہیں انھیں زبردستی پولیس اور فوج کی گاڑیوں میں ٹھونسا جا رہا ہے ان خوفناک مناظر کو دیکھ کر خواتین دشمنی پر رونا آ رہا ہے۔ نہ زبان کچھ بول سکتی ہے اور نہ قلم کچھ لکھ سکتا ہے۔ اس دوران متعدد کشمیری حضرات و خواتین موت کے گھاٹ بھی اتر گئے ہیں۔ الامان والحفیظ۔

ان دونوں دفعات کے ختم ہونے کا مطلب ہے کہ دیگر حضرات بڑی تیزی سے وہاں زمین خرید لیں گے اور کشمیری سادہ لوح حضرات ہیں وہ نوٹوں کے لالچ میں سستی زمینیں فروخت کر دیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کشمیر میں مسلم اقلیت میں آ جائیں گے، عام طور پر باشندگان کشمیر کس مپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائیں گے، ان کی حیثیت لکڑی کاٹنے، پانی بھرنے، قلی، باورچی اور چپراسی جیسی ہو جائے گی۔ دیگر صوبوں کے دولت مند کشمیری خواتین کا بھی بے جا استعمال کریں گے۔ وہاں بڑے بڑے ہوٹل بنیں گے، شر پسند عیاشیاں کریں گے، کشمیر ایک زرخیز وادی ہے وہاں بڑے بڑے حضرات تمام زرخیز زمینوں کو خرید یں گے اور ملک کے حالات دن بہ دن مزید بگڑیں گے۔

آپ ذرا غور کریں یہ خصوصی امتیاز صرف جموں و کشمیر ہی کو حاصل نہیں ہے بلکہ دیگر چند ریاستوں کو بھی یہ امتیاز حاصل ہے۔ مثال کے طور پر اس وقت ۳۷۱/اے، کے ذریعہ ناگالینڈ میں کسی بھی بیرونی باشندے کو وہاں زمین خریدنے پر پابندی ہے۔ یہاں آراضی صرف قبائلی عوام خرید سکتی ہے جو ریاست کے مکین ہیں، یہاں تک کہ تلنگانہ کے لمباڑے اور چینچو قبائل کے افراد اور دوسرے ایس ٹی طبقات بھی یہاں ارضیات نہیں خرید سکتے بلکہ ان کا جھنڈا بھی الگ ہے اور باضابطہ ویزا لینا بھی ضروری ہے۔

دفعہ -۳۷۱/ر۔ ایف سکم کے خصوصی حقوق سے متعلق ہے وہاں سپریم کورٹ یا کوئی دوسری عدالت بھی کسی معاہدہ یا سمجھوتہ پر یا کسی تنازعہ پر کوئی دائرہ کار نہیں رکھتی، اس صوبے میں دیگر لوگ ارضیات بھی نہیں خرید سکتے۔

میزورم میں ۳۷۱-جی کی وجہ سے دیگر لوگ اراضیات نہیں خرید سکتے، دفعہ ۳۵-ای یہی دفعہ ہماچل پردیش میں بھی ہے، یہاں بھی دیگر حضرات اراضیات نہیں خرید سکتے، یہی حال اروناچل پردیش اور میگھالیہ، منی پور، آسام ان علاقوں میں کوئی مستقل قیام کرنا چاہے تو وہ بھی خلاف قانون ہوگا۔

خیر یہ ایک مختصر تحریر ہے ہم نے یہاں وہی پیش کیا ہے جو ملک کے دانش وروں کے خدشات ہیں مگر اسی کے ساتھ یہ ایک سچائی ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے برسر اقتدار سیاسی ذمہ داروں نے کیا ہے۔ ہوسکتا ہے۔ ان کی نگاہ میں ان دفعات کا ختم کرنا ہی اہم ہو، یہ ایک فکری اختلاف ہے دنیا میں فکریں متصادم ہوتی رہتی ہیں، اسی کا نام سیاست اور جمہوریت ہے۔ یہاں ہم سپریم کورٹ کی پیش قدمی بھی پیش کرتے ہیں۔ اس نے ۲۹/ اگست کو دفعہ ۳۷۰/ر کے خلاف دائر درخواستوں کی سماعت پانچ رکنی بینچ سے کرانے کے سلسلے میں مرکزی حکومت کو دونوٹسیں بھی جاری کی ہیں۔ پہلی سماعت اکتوبر کے پہلے ہفتے میں کرے گی، عدالت عظمیٰ نے میڈیا پر لگائی گئی پابندیوں پر بھی مرکزی حکومت سے جواب طلب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جموں و کشمیر اور لداخ کے ساتھ وہ کرے جو وہاں کے باشندوں کے لیے مفید اور بہتر ہو۔

☆☆☆

امام احمد رضا تاج دار کشور علوم وفنون

مفتی ریاض حید حنفی الجامعہ الغوثیہ عربی کالج اتر ولہ ضلع بلرام پور

امام احمد رضا علیہ الرحمہ ایک جید عالم، عبقری شخصیت، فقیہ فی الدین، متبحر حکیم، صاحب نظر مفسر قرآن، اور عظیم محدث تھے۔ آپ کے قلم میں آورد نہیں بلکہ آمد ہی آمد ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دلائل و براہین آپ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہیں اور آپ ان میں سے بہترین کا انتخاب کر کے قلم برداشتہ صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتے جا رہے ہیں۔ آپ کی انفرادیت یہ ہے کہ آپ کا رہوار قلم میدان تحقیق میں جو لانیاں دکھاتا ہے تو عموماً آخری حدوں کو چھو لیتا ہے اور مزید تحقیق نیز گفتگو کی گنجائش نہیں چھوڑتا ہے۔ آپ نے علوم درسیہ کے علاوہ دیگر علوم وفنون میں بھی تحصیل کی اور بعض علوم وفنون میں خود آپ کی طبع سلیم نے رہنمائی کی۔ ایسے تمام علوم وفنون کی تعداد تقریباً ۵۵ ؍ہے جس کی قدرے تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ جملہ مذاہب (۵) اصول فقہ (۶) جدل (۷) تفسیر (۸) عقائد (۹) کلام (۱۰) نحو (۱۱) صرف (۱۲) معانی (۱۳) بیان (۱۴) بدیع (۱۵) منطق (۱۶) فلسفہ (۱۷) تکسیر (۱۸) ہیئت (۱۹) ریاضی (۲۰) ہندسہ (۲۱) قرأت (۲۲) تجوید (۲۳) تصوف (۲۴) سلوک (۲۵) اخلاق (۲۶) اسماء الرجال (۲۷) سیر (۲۸) تاریخ (۲۹) لغت (۳۰) ادب (۳۱) ارثماطیقی (۳۲) جبر ومقابلہ (۳۳) لوگارثمات (۳۴) توقیت (۳۵) مناظرہ و مرایا (۳۶) زیجات (۳۷) مثلث کروی (۳۸) مثلث مسطح (۳۹) ہیئت جدیدہ (۴۰) مربعات (۴۱) جفر (۴۲) زایچہ (۴۳) علم اکر، وغیرہ

مندرجہ بالا علوم کے علاوہ علم فرائض، عروض وقوافی، اوفاق، فن تاریخ، نظم ونثر، فارسی خط نسخ، خط نستعلیق وغیرہ میں بھی کمال حاصل کیا۔ اس طرح آپ نے جن علوم وفنون میں دسترس حاصل کی ان کی تعداد ۵۵ ؍سے متجاوز ہے ہمارے خیال میں عالم اسلام میں مشکل ہی سے ایسا کوئی عالم نظر آئے گا جو اس قدر علوم و فنون پر دستگاہ رکھتا ہو۔

مسئلہ کی جزئیات پر عبور: ۔ آپ جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے خواہ اس کا تعلق علوم نقلیہ سے ہو یا علوم عقلیہ سے یا خواہ ان دونوں کی فروع سے وہ اس کی جزئیت و اصول پر کامل عبور رکھنے کا ثبوت دیتے ہوئے نہایت ہی تحقیق و تدقیق کے ساتھ اس کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں اور قاری کو اپنے افادات و اضافات سے متحیر کر دیتے ہیں۔ آپ کی نگارشات سے اس خصوصیت کی بے شمار مثالیں ہیں، یہاں مختصراً پیش ہیں۔

(۱) اس سوال پر کہ کس پانی سے وضو جائز ہے اور کس سے نہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں اور مسئلہ کی تفہیم کے لیے ایک مبسوط مقالہ تحریر کیا جس میں آپ نے وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ایک سو ساٹھ (۱۶۰) قسمیں بیان کیں اور وہ پانی جس سے وضو جائز نہیں ہے اس کی ایک سو چھیالیس (۱۴۶) قسمیں بیان کیں۔ اس طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر صورتیں بیان کیں اور اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بعنوان "سمح الندداء فیما یورث العجز عن الماء" رکھا۔

(۲) اسی طرح دوسری مثال تیمّم کے مسئلہ کی ہے جس میں امام ممدوح نے فقہ کی جزئیات پر نہ صرف دسترس کامل کا ثبوت دیا ہے بلکہ اپنی بیش بہا تحقیقات میں جدید سائنسی اور ریاضیاتی علوم پر اپنی کمال مہارت کے نمونے پیش فرماتے ہیں۔ جنس ارض سے وہ اشیا، جن سے تیمّم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی (۱۸۱) قسمیں بیان کیں چوہتر (۷۴) تو وہ منصوصات ہیں جو دیگر کتب فقہ سے یک جا کیں۔ اور ایک سو سات (۱۰۷) اپنی اضافی تحقیقات! اسی طرح وہ اشیا جن سے تیمّم جائز نہیں ان کی ایک سو تین (۱۰۳) قسمیں بیان فرمائیں

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۶ ؍پر)

اردو تفاسیر میں ''خزائن العرفان'' کا مقام

۱۲/اپریل ۲۰۱۵ء کو غالب اکیڈمی بستی حضرت نظام الدین میں تحریک سوادِ اعظم کے قومی سیمینار میں یہ مقالہ پڑھ کر سنایا گیا

مولانا محمد ظفرالدین برکاتی ایڈیٹر ماہ نامہ ''کنزالایمان''، دہلی

خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ایک تفسیری حاشیہ ہے، کوئی باضابطہ اور مستقل تفسیر نہیں۔ اس کے مفسر و محشی حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین قادری مرادآبادی ہیں جو مفتی و فقیہ بھی تھے اور اپنے معاصر علماے ہند میں صدرالافاضل سے مشہور تھے اور آج بھی اپنے نام سے زیادہ اپنے اسی خطاب و لقب سے مشہور ہیں۔ (ولادت: ۲۱/صفر ۱۳۰۰ھ/یکم جنوری ۱۸۸۳ء۔ وصال ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ/۲۳/اکتوبر ۱۹۴۸ء)

حضرت صدرالافاضل کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اندازِ بیان مصلحانہ، احکام و مسائل کا بیان مبلغانہ اور فقہی، کلامی، تاریخی حقائق کا بیان محققانہ ہے۔ آپ نے اپنی کتابوں میں حق کے اثبات اور باطل کی تردید میں جہاں **اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ** کا تفسیری منظرنامہ پیش کیا ہے، وہیں **رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ** کا صحیح عملی تصویر بھی پیش کی ہے۔

یہ بات ہم نے آیت الکرسی میں مذکور عقیدۂ شفاعت کو سمجھنے کے لیے تفسیر خزائن العرفان کا، تفسیر بیان القرآن (اشرف علی تھانوی) اور تفسیر ترجمان القرآن (نواب صدیق حسن خان) سے تقابلی مطالعہ کے تناظر میں کہی ہے اور سچائی یہ ہے کہ دلیل و معلومات کے ساتھ زبان و بیان اور لب و لہجہ کے اعتبار سے بھی حضرت صدرالافاضل اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں جنھوں نے مسلکی تناظر میں عقائد اہل سنت کے اثبات میں خوب لکھا ہے۔ آپ بھی مغربی اترپردیش کے ہیں لیکن آپ کی زبان پاکیزہ ہے جب کہ مغربی اترپردیش کے دیوبندی وہابی علما کی اثباتی اور جوابی تحریروں بلکہ یوں کہہ لیں کہ جن کے ایمان و عقیدے کی زبان بھی کبھی کبھی عجیب و غریب ہوتی ہے۔

حضرت صدرالافاضل کی ۲۰/کے قریب تصانیف ہیں، آخری تصنیف ''قنوت نازلہ'' سے متعلق ہے، ہم نے خزائن العرفان، اطیب البیان فی ردِ تقویت الایمان، تحقیقات لدفع تلبیسات اور سوانح کربلا کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ ان کی تصانیف میں تفسیر خزائن العرفان عقیدت و حقیقت دونوں اعتبار سے معروف و مقبول تصنیف ہے۔

خزائن العرفان میں تقریباً ضرورت سے زیادہ کچھ نہیں، یہ اُس کی اہم خوبی ہے اور ضرورت سے کم بھی نہیں، یہ اُس کی دوہری خوبی ہے۔ جہاں محسوس ہوتا ہے کہ مزید کچھ ہونا چاہیے، وہاں ترجمہ قرآن کنزالایمان کے متعلقہ حصوں کے سیاق و سباق کو دیکھ کر واضح ہوتا ہے کہ اُتنی ہی کی ضرورت تھی۔ ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ تفسیری حاشیہ نگاری کے اصولی دائرے سے کبھی باہر نہیں ہوئے۔ حق کو ثابت کرنے میں اعتدال و توازن کا ہمیشہ خیال رکھا ہے اور باطل کے ابطال و تردید میں حضرت صدرالافاضل کے قلم نے ایسے الفاظ و حروف کو کبھی بچے نہیں کیا جن پر بازاری زبان، عوامی اندازِ بیان اور گنوارپن کا الزام لگایا جا سکے بلکہ ہر جگہ آپ کو مفسرانہ وقار، عالمانہ شان، فاضلانہ تیور، محققانہ استدلال اور مصلحانہ لب و لہجہ ملے گا، البتہ مفتی کی زبان اور لب و لہجہ بھی ملتا ہے جو کہ ہر مفتی کا منصبی تقاضہ ہے۔

آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ کنزالایمان ترجمۂ قرآن اگر سابقہ تمام عربی تراجم و تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ ہے تو خزائن العرفان اُس پر سونے پر سہاگہ ہے۔ اِس تفسیری حاشیہ کو دیکھ کر ایسا نہیں لگتا کہ اعلیٰ حضرت نے پہلے ترجمہ کیا پھر بہت دنوں کے بعد حضرت صدرالافاضل نے اپنی مومنانہ تفسیری بصیرت اور مصلحانہ طبیعت کے مطابق اپنے وقت کے دینی تقاضوں کے تحت اپنے حاشیہ کے ساتھ اس کی طباعت و اشاعت کا اہتمام و انتظام کیا بلکہ یوں

محسوس ہوتا ہے کہ دونوں کے مشورے سے دونوں کا کام ایک ساتھ مکمل ہوا ہے (حالانکہ ایسا نہیں) اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی مفسرانہ اور فقیہانہ بصیرت اور خوش عقیدگی کے نمائندہ ترجمۂ قرآن کی قدرتی کشش کو حضرت صدر الافاضل کی خوش عقیدگی اور فطری قوت نے محسوس کر لیا پھر یہ تفسیری حاشیہ اور ترجمہ دونوں ''من تو شدم تو من شدی'' کا مصداق بن گئے اور ایک دوسرے کا تعارف و ہم نام ہو گئے کہ اب ایک دوسرے کا الگ سے کوئی تصور نہیں۔ اِس خوبی کو صرف وہی لوگ خوب محسوس کر پائیں گے جن کو خوش عقیدگی اور حسن عقیدت کے چشمۂ صافی سے صداقت و حقیقت پسندی کا جام نوش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ایسا ہم اس لیے بھی لکھنے اور بولنے کی جسارت کر رہے ہیں کہ اگر کنز الایمان کے ساتھ خزائن العرفان کا یہ تفسیری حاشیہ شامل رہے اور حضرت صدر الافاضل کا نام نہ لکھا جائے تو عام پڑھے لکھے گمان بھی نہیں کر سکتے کہ یہ کسی دوسرے کا حاشیہ ہے۔ البتہ ذوق لطیف والے علمائے کرام اور بغور پڑھنے والوں پر صدر الافاضل کا یہ جملہ واضح کر دے گا کہ مترجم الگ ہیں اور محشی الگ:

عذاب سب برے ہوتے ہیں، **سُوْٓءَ الْعَذَابِ** وہ کہلائے گا جو اَور عذابوں سے شدید ہو، اس لیے حضرت مترجم قدس سرہ نے '' برا عذاب'' ترجمہ کیا۔ (سورہ بقرہ آیت ۴۹ر کے تحت حاشیہ نمبر ۸۳)

اسی طرح کوئی پڑھا لکھا جب اِس تفسیری حاشیے میں مختلف دیگر مقامات پر یہ سب بھی لکھا ہوا دیکھے گا کہ لیکن راجح تفسیر وہی ہے جو حضرتِ مترجم نے اختیار فرمائی ہے۔ سب سے لذیذ تفسیر وہی ہے جسے مترجم قدس سرہ نے اختیار فرمائی ہے، اس سے مراد وہی ہے جس کو حضرت مترجم نے اپنے ترجمے میں واضح کیا ہے۔ وغیرہ

اب سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی حقیقت و حقانیت اور اسلاف کے معتدل رویے سے متعلق ایک مثال پیش کرنے کے لیے اپنا ایک حاصل مطالعہ پیش کرتے ہیں۔ آپ بھی مطالعہ کریں:

آیۃ الکرسی میں حق شفاعت سے متعلق جو حصہ ہے: **مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ** ۔ (سورۂ بقرہ) وہ کون ہے جو اُس کے یہاں سفارش کرے اس کے حکم کے بغیر۔ یہاں حضرت صدر الافاضل لکھتے ہیں:

اِس میں مشرکین کا رد ہے جن کا گمان تھا کہ بت شفاعت کریں گے، انھیں بتادیا گیا کہ کفار و مشرکین کے لئے شفاعت نہیں۔ اللہ کے حضور ماذونین کے سوا کوئی شفاعت نہیں کر سکتا اور اذن والے انبیا، ملائکہ اور مومنین ہیں۔

آپ محسوس کر سکتے ہیں کہ اس پر مزید کی ضرورت نہیں بطورِ خاص کسی بھی تفسیری حاشیہ میں اور کسی باضابطہ تفسیر میں بھی ایسی بے جوڑ بات کی بالکل ضرورت نہیں جس کو ہم بیان کرنے جا رہے ہیں:

۔۔۔ یہ کہیں نہیں آیا کہ اہل کفر و شرک کی بھی شفاعت ہوگی بلکہ ان کے لیے تو یہ آیا ہے کہ ان کی شفاعت نہ ہوگی جو نام کے مسلمان گور پرستی، پیر پرستی، مجتہد پرستی، رائے پرستی، قیاس پرستی اعتقادِ فاسد میں گرفتار ہیں، اولیاء اللہ کو متصرفِ حالت، حیات یا بعد ممات کے جانتے ہیں، وہ مشرک ہیں۔ ان کا یہ گھمنڈ کہ ہم کو ہمارے پیر فقیر مرشد دست گیر شفاعت کر کے بخشوالیں گے، یہ محض ان کی آرزوئے دروغ ہے، پیر خود درماندۂ شفاعت کجا، شفاعت اہل معصیت کے لیے ہے وہ بھی محدود اور نہ معلوم الاسم، نہ بدعقیدہ لوگوں کے لیے جو غیر اللہ کو مانتے ہیں، کسی کا جانور ذبح کرتے ہیں، کسی کی نذر لاتے ہیں، کسی کو شفا بخش سمجھتے ہیں، کسی کو اولاد دینے والا یا حاجت روا جانتے ہیں۔ (ترجمان القرآن بلطائف البیان، ج اوّل، سورۂ بقرہ، ص۹)

یہ غصہ اور عقیدہ و نظریہ ہے نواب صدیق حسن خاں

بھوپالی وہابی غیر مقلد صاحب کا جو بالکل بے محل اور غیر موزوں بات ہے۔ یہ قرآنی پیغام نہیں دے رہے بلکہ اپنا غصہ نکال رہے اور اپنا ظرف بیان کررہے ہیں ورنہ جس موقع پر آیت الکرسی نازل ہوئی اور اس کا جو پس منظر ہے، اس کا تقاضہ ہے کہ صرف اُتنا ہی بیان کیا جائے جتنا کہ اس کے ہر حصے اور ٹکڑے کا تقاضہ ہے۔

ایک تیسری تفسیر ہمارے سامنے ہے بیان القرآن اشرف علی تھانوی صاحب کی، وہ ترجمہ کرتے ہیں کہ ایسا کون شخص ہے جو اُس کے پاس سفارش کرسکے بدون اس کی اجازت کے۔ اور لکھتے ہیں کہ: ''قیامت میں انبیاء واولیاء گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے، وہ اول حق تعالی کی مرضی پالیں گے جب شفاعت کریں گے''۔

یہ ایک دیوبندی عالم کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیا، اولیا اور مومنین کو شفاعت کا حق پہلے ہی عطا کردے گا پھر اس کی اجازت سے ہی شفاعت کریں گے جب کہ نواب صاحب نے اسے لکھا جو اُن کا عقیدہ ہے اور جو اُن کی طبیعت نے کہا۔ اُسے نہیں لکھا جو اسلامی عقیدہ ہے اور جو شریعت کا تقاضہ ہے۔

اسی کی وضاحت ذرا تفصیل سے حضرت صدرالافاضل نے کردی: اول تو یہ کہ یہ کفار ومشرکین کا رد ہے جو بتوں کو شفاعت کا حق دار مانتے ہیں۔ دوم یہ کہ کفار ومشرکین کی بھی شفاعت نہیں ہوگی، چہ جائے کہ ان کے بتوں کو شفاعت کا حق واجازت دی جائے۔

اب آخری بات کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶ر کے تحت فرماتے ہیں:

''یہ آیت ابوجہل، ابولہب وغیرہ کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے جو علم الٰہی میں ایمان سے محروم ہیں، اس لیے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرانا، نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں، انھیں نفع نہ ہوگا مگر حضور کی سعی بے کار نہیں کیوں کہ منصب رسالتِ عامہ کا فرض، رہنمائی واقامتِ حجت وتبلیغ علیٰ وجہ الکمال ہے''۔

پھر ایک مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ:

''اگر قوم پند پذیر نہ ہو تب بھی ہادی کو ہدایت کا ثواب ملے گا''۔

اِس میں ہم جیسوں کے لیے حضرت صدرالافاضل کا پیغام یہ ہے کہ منصب رسالت کی دعوتی وتبلیغی وراثت کا دعویٰ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی دعوتی اور تبلیغی ذمے داریوں سے غفلت نہ برتیں اور کسی شخص کے کسی بدعقیدہ اور بدمذہب کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر یا کسی بدعقیدہ کی دوکان ومکان کے سامنے کھڑے دیکھ کر یہ لکھنے اور بیان دینے کی جسارت نہ کریں کہ اب اس کے مقدر میں جہنم لکھ دی گئی، اب یہ مسلمان نہیں رہا، یہ جنت میں ہرگز ہرگز نہیں جائے گا بلکہ صحیح عقیدہ اور اسلام کا صحیح پیغام اس تک ضرور پہنچانے کی کوشش کریں اور حق بات پہنچادینے کی حجت قائم کرنے کے بعد جب نتیجہ مثبت نہ ہو، تب اس طرح کی بیان بازی کریں ورنہ ہماری اِن حرکتوں کی وجہ سے ایک بندۂ خدا کا دائمی اسلامی نقصان مقدر ہوجاتا ہے اور ہم اپنے منصبی تقاضوں کی تکمیل سے غافل ہونے کا گنہ گار بن جاتے ہیں۔

حضرت صدرالافاضل نے لکھا ہے کہ'' جس سے سنت مٹے، وہ بدعت ہے''یعنی جس سے سنت رسول، اسلامی عقیدہ اور مومنانہ کردار کی تحریک وتبلیغ ہو، وہ اپنے آپ میں خود ایک اچھی روش ہے جسے کرنے اور شروع کرنے والے کی ''سنت'' کہہ سکتے ہیں جیسے ترجمہ قرآن کنزالایمان مع خزائن العرفان کو جنوبی ہند کے ایک وکیل صادق اللہ صاحب ہر سال بڑی تعداد میں اِس نیت سے مفت تقسیم کرتے ہیں کہ اسلامی عقیدہ ونظریہ کے خلاف لکھے گئے تراجم اور تفاسیر ہمارے سماج میں داخل نہ ہوں یعنی بدعات وخرافات اور غیر اسلامی نظریات کو مٹانے کے لیے ایسی کتاب کی تقسیم بجائے خود ایک سنت ہے۔

تفسیر خزائن العرفان کے مصنف کی ذات سے ہم ان کی دو خوبیوں کی وجہ سے واقعی متاثر ہیں۔ پہلی وہی تفسیری خوبی جسے آپ نے ملاحظہ کرلیا۔

دوسری خوبی یہ ہے کہ آپ نے معیارِ سنیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو ایک عظیم عالم دین اسلام اور فقیہ شریعت اسلامی سمجھ کر آپ کا دفاع کیا کہ نظام الملک اخبار میں ادریس نامی فتنہ پرور وہابی کے الزامات اور گستاخیوں کا جواب لکھ کر اُسی اخبار میں شائع کرایا تاکہ

اُس فتنہ گر وہابی کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کے خلاف پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوجائے۔ اس اخبار کے متعلقہ نسخے کو حاجی محمد اشرف مرادآبادی نے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پہنچا دیا جس کو پڑھ کر اعلیٰ حضرت نے انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دل سے صدرالافاضل کی کامیابیوں کے لیے دعائیں کی اور پھر یہی خدمت اعلیٰ حضرت کی زیارت کا سبب اور ملاقات کی پر کشش بنیاد بن گئی۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب آپ کی عمر ۱۹ر سال کی تھی۔

اِس میں متاثر کرنے والی بات یہ ہے کہ حضرت صدرالافاضل نے ہمیں یہ سبق دِیا ہے کہ تائید وتوثیق اور اتفاق وتصدیق کے لیے قائل ومفتی اور مصنف وترجمان سے ملاقات اور تعلق ضروری نہیں، البتہ دین کے نام پر عالم دین کی حیثیت سے دینی ترجمانی پر اکثریت کا اتفاق ہوجائے تو پھر تائید بہرحال ضروری ہے اور یہ شرط اعلیٰ حضرت کے دینی اور عالمانہ مقام کے متفق علیہ ہونے کے لیے صدرالافاضل کی نظر میں حاصل تھی۔ صرف اِسی تسلیم شدہ حقیقت نے صدرالافاضل کو اعلیٰ حضرت کے خلاف الزامات تراشیوں پر چراغ پا کر دیا، حالاں کہ اُس وقت اعلیٰ حضرت سے آپ کی ملاقات نہیں تھی۔ بس حسن ظن اور حسن عقیدت نے اپنی جماعت کے ایک عبقری عالم دین کے دفاع میں قلم اٹھانے اور اخبار کے دفتر میں پہنچ کر جوابی تحریر شائع کرانے کی تحریک وعمل پر مجبور کردیا۔ یہ عمل بھی اپنے آپ میں امام الہند حضرت صدرالافاضل کی یہ منفرد خوبی ہے کہ جواب چھپوانے کے لیے اس کے مدیر کو کس طرح قائل کیا پھر اُس کے لیے کیا اثرات ہوئے۔

جشن صد سالہ تفسیر خزائن العرفان کے موقع پر تحریک سوادِ اعظم نعیمی ایجوکیشنل ٹرسٹ دہلی کے زیر اہتمام ایسا مفید سیمینار منعقد کرنے پر ہم مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۳۶ر کا)

ملک کے دیگر مسلمانوں کا تو خیال فرمائیں یا محض راجیہ سبھا کی سیٹ کی خاطر قوم کو مکمل تباہ کرنا چاہتے ہیں؟

آپ شاید یہ فراموش کر چکے ہیں کہ شدت پسندوں کے نزدیک اس ملک میں صرف یہیں کے باشندگان کو رہنے کا حق حاصل ہے غیر ملکی افراد کو نہیں اسی لیے وہ مسلمانوں کی بڑی تعداد کو "بدیشی" کہتے ہیں۔ آریوں کے مشہور لیڈر اور کانگریس کے پرانے کارکن سوامی ستیہ دیو نے کہا تھا:

" اس ملک کی چپہ چپہ زمین بتاتی ہے کہ اس ملک میں ہندو تہذیب ہے" (اخبار ''تیج'' مورخہ ۲۰ر جون ۱۹۲۴ء کو بہ حوالہ ہندو حکم رانی کا ہولناک تجربہ ص :۳۰ر مولانا عبد الحامد قادری بدایونی مطبع جید برقی پریس دہلی)

اس سے پہلے مولانا موصوف کشمیر کے مسئلے پر نہایت ڈھٹائی کے ساتھ حکومت کی غیر دستوری اور ظالمانہ کاروائی کی حمایت کر چکے ہیں اور حکومت کے ذریعے جنیوا کانفرنس میں استعمال ہوکر اپنی قوم فروشی کا ثبوت دے چکے ہیں۔ آنجناب کے ساتھ ہی علما ومشائخ بورڈ بھی کشمیر جیسے سنگین مسئلہ پر آنکھیں بند کر کے حکومت کی حمایت کر چکا ہے نیز جنیوا کانفرنس میں مولانا مدنی کے ساتھ بورڈ کے جوائنٹ سیکریٹری سلمان چشتی نے یہ جتانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی کہ حکومتی چاپلوسی میں وہ بھی دیوبندی قیادت سے زیادہ پیچھے نہیں ہیں۔

طبقہ دیوبند اور حلقہ مجاوراں کے بعد سب کی نگاہیں سنی علما ومشائخ کی جانب ہیں لیکن سنی علما ومشائخ اپنے اسلاف کی تعلیمات کے برعکس پراسرار طریقے سے خاموش ہیں حالانکہ ان کی یہ خاموشی عوام میں بدگمانیاں پیدا کر رہی ہے۔

کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں: خامشی ان کی مجرمانہ ہے

قائدین اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ خاموشی مسائل کا حل نہیں ہے۔ براہ کرم اپنی عشرت گاہوں سے نکلیے اور قیادت کا حق ادا کیجیے ورنہ کل بروز قیامت رب تعالیٰ کے حضور ماخوذ اور جواب دہ ہوں گے۔

طلاق، اسلام اور مسلمان

مفتی عبدالمالک مصباحی، سنی دارالافتا، مدینہ مسجد، آزادنگر، جمشید پور، جھارکھنڈ ڈائریکٹر دارین اکیڈمی، جمشید پور 8409987217

آج اسلام اور مسلمان جن دردناک حالات سے دوچار ہیں وہ کسی حساس اور دردمند انسان سے پوشیدہ نہیں ایک منظّم پلان کے تحت اسلامی قانون اور مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے کی پرزور سازش چل رہی ہے، بالخصوص ہندوستان میں مودی حکومت کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے مذہبی جنونیوں کی بہار آگئی ہے جس کی وجہ سے وہ موقع نکال نکال کر اس ''خونی عمل'' کو ہوا دیتے رہتے ہیں۔اسی سلسلے کی ایک کڑی ''تین طلاق'' کا مسئلہ ہے جس کے درپردہ یہ لوگ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی ناپاک جسارت کررہے ہیں۔ اس پورے حادثے کا ایک المناک پہلو یہ بھی ہے کہ آج کچھ نام نہاد کلمہ پڑھنے والے ہی آگ میں گھی ڈالنے کا کام کررہے ہیں۔جنھوں نے نہ کبھی مدرسہ کا رخ دیکھا، نہ کبھی اسلامی تعلیم سے کان آشنا کیا، نہ کسی عالم کی صحبت اختیار کی بلکہ جن کی پوری زندگی مشنری اسکول کی تعلیم اور ہاف پینٹیوں کی صحبت میں گزری وہ اسلامی تعلیمات واحکامات پر زبان درازی کررہے ہیں اور اسلام کے مقدس اصولوں کو اپنی حماقت سے داغدار کررہے ہیں۔

طلاق کا لغوی معنٰی:

طلاق عربی زبان کا لفظ ہے اس کا معنٰی اردو میں:

(۱) نکاح کا فسخ ہونا، عورت کا نکاح سے آزاد ہونا (۲) آزادگی، روانی، کشادگی۔ (فیروز اللغات ص ۸۷۹)

طلاق کا اصطلاحی مفہوم:

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہوجاتی ہے اس پابندی کے اٹھادینے کو طلاق کہتے ہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۸ ص ۱۱۰)

طلاق اسلام سے پہلے:

طلاق اسلام کا کوئی جبری اور نیا قانون نہیں بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی جلوہ گری سے پہلے بھی طلاق کا رواج عام تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ طلاق کے ظالمانہ طریقہ کی اسلام نے اصلاح کی ہے اس کے بے جا استعمال کی ممانعت کی ہے۔طلاق جو عورتوں کے لیے سراسر زحمت ہوا کرتی تھی اسلام نے اس میں اصلاح کر کے عورتوں کے لیے رحمت کا ذریعہ بنایا۔آیئے ایک نظر اسلام سے پہلے طلاق کے طریقہ استعمال پر ڈال لیں تاکہ اسلام کا طریقہ طلاق لوگوں کے رحمت کا ذریعہ بن کر سامنے آئے اور اس تعلق سے ہونے والی غلط فہمی دور ہو۔

جس زمانہ میں یونانیوں نے شہرت حاصل کی اور ان کی تہذیب کا ڈنکا بج رہا تھا اس وقت ان میں بھی طلاق بغیر شرط اور قید کے رائج تھی۔رومانیوں کے قدیم قبائل کے نزدیک مذہبی نکاح کی صورت میں طلاق حرام ہوجاتی تھی البتہ شوہر کو اپنی بیوی پر لا محدود اختیارات حاصل ہوجاتے تھے یہاں تک کہ بعض حالات میں بیوی کو قتل کرنا بھی اس کے لیے جائز ہوجاتا تھا۔

یہودی مذہب میں طلاق:

جہاں تک یہودی مذہب کا تعلق ہے تو اس نے بیوی کی حالت کو بہتر بنانے کا سامان کیا لیکن طلاق کو جائز قرار دے کر اس کے جواز میں بڑی وسعت پیدا کردی۔شوہر، عورت پر فسق کا جرم ثابت ہوجانے کی صورت میں شرعاً طلاق دینے کے لیے مجبور تھا یہاں تک کہ اگر شوہر اس کے جرم کو معاف کردیتا تب بھی اس کے لیے طلاق دینا ضروری تھا نیز قانون کی رو سے بھی اگر دس سال گزر جانے کے باوجود عورت کو اولاد نہیں ہوئی ہے تو طلاق دینا ضروری تھا۔

طلاق، زمانہ جاھلیت میں:

عرب میں یہ رواج تھا کہ خاوند اپنی بیوی کو ان گنت بار طلاق دے سکتا تھا۔چناں چہ مفسر کبیر ابن جریر لکھتے ہیں:

ایک مرد جتنی بار چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دیتا کوئی پابندی نہ تھی اور ہر بار عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرسکتا تھا۔

ایک دفعہ ایک انصاری نے اپنی بیوی کو دھمکی دی لااقربك و لا تحلین منی، نہ تو میں تمہارے نزدیک جاؤں گا اور نہ تو مجھ سے آزاد ہوسکے گی۔

اس کی بیوی نے اس سے پوچھا یہ کیسے؟ تو وہ بولا کہ میں تمہیں طلاق دیا کروں گا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیا کروں گا۔ وہ اپنے تاریک مستقبل کا تصور کر کے لرز گئی اور شکوہ کناں بارگاہ رسالتمآب رحمۃ للعالمین ﷺ میں حاضر ہوئی اور اپنی مظلومیت کی داستان عرض کی۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیب مکرم ﷺ پر قرآن میں تفصیلی احکام بیان فرما دیا۔

طلاق کا بیان قرآن میں:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور قرآن اس کا دستور اساسی ہے اس میں تمام بنیادی احکام بہت ٹھوس اور مدلل انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ طلاق کے تعلق سے بھی اس میں واضح آیات اور تفصیلی احکام موجود ہیں۔ چند ضروری اور اہم آیات یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولاتمسكوهن ضرارالتعتدوا ومن يفعل ذالك فقد ظلم نفسه ولاتتخذوا آيات الله هزوا،واذكروا نعمت الله عليكم و ماانزل عليكم من الكتٰب و الحكمة يعظكم به،واتقواالله واعلموا ان الله بكل شيء عليم۔ (البقره۔٢٣١)

ترجمہ: جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انھیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو، اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور اللہ کی آیتوں کا ٹھٹھا نہ بناؤ اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمھیں نصیحت دینے کو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

فان طلقهافلاتحل له من بعد حتىٰ تنكح زوجا غيره ،فان طلقها فلاجناح عليهماان يتراجعا ان ظنا ان يقيماحدودالله و تلك حدودالله يبينها لقوم يعلمون۔(البقرہ۔۲۳۰)

پھر اگر تیسری طلاق اسے دے دی تو وہ عورت اب اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں، اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نبھائیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنھیں بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لیے۔

الطلاق مرتٰن فامساك (م) بمعروف او تسريح (م) باحسان ۔(البقرہ۔۲۲۹)

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوابينهم بالمعروف ذٰلك يوعظ به من كان منكم يومن با لله واليوم الآخر ذٰلكم ازكىٰ لكم و اطهر و الله يعلم وانتم لا تعلمون ۔(البقرہ۔۲۳۱)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو! انھیں نہ روکو اس سے وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں۔ یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ تمھارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

طلاق احادیث کی روشنی میں:

و عن ثوبان قال قال رسول ﷺ ايما امراة سالت زوجها طلاقا فى غير ما باس فحرام عليها رائحة الجنة (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت سخت ضرورت کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

و عن ابن عمر ان النبى ﷺ قال ابغض الحلال الى الله الطلاق۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کے نزدیک حرام چیزوں میں ناپسندیدہ ترین چیز طلاق ہے۔

و عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال المنتزعات و المختلعات هن المنافقات (رواہ النسائی)

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شوہر سے اپنی جان چھڑانے والیاں اور خلع طلب کرنے والیاں منافق ہیں۔

وعن مالك بلغه ان رجلا قال لعبدالله بن عباس انی طلقت امراتی ماة تطليقة فماذا ترىٰ علی فقال ابن عباس طلقت منك بثلاث و سبع و تسعون اتخذت بها اٰيات الله هزوا۔(رواہ فی المؤطا)

امام مالک سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عباس کو کہہ رہا ہے" میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں تو آپ مجھ پر کیا فتویٰ دیتے ہیں"؟ "حضرت عباس نے فرمایا وہ تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی اور ستانوے سے تونے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا ہے۔

و عن معاذ بن جبل قال قال رسول ﷺ يا معاذ ما خلق الله شيئا علی وجه الارض احب اليه من العتاق و لا خلق الله شيئا علی وجه الارض ابغض اليه من الطلاق۔ (رواہ الدار قطنی)

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی ایسی چیز پیدا نہیں فرمائی جو اسے غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوا اور اللہ نے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ چیز پیدا نہیں فرمائی۔

طلاق کی حکمت:

اسلام دین فطرت ہے اور ہر دور اور ہر زمانے کے لیے ہے ہر قبیلہ اور ہر فرد کے لیے ہے اس لیے اس میں جو وسعت اور جامعیت ہے اس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں۔ طلاق کے سلسلے میں اسلام میں جو وسیع النظری ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے جو بات نکھر کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ طلاق نہ تو فرض ناواجب ہے اور نہ ہی لازم اور ضروری ہے بلکہ یہ پرسکون زندگی کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ جس طرح سے اگر دوا ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق استعمال کی جائے تو مفید اور صحت بخش ہوتی ہے لیکن اگر ڈاکٹر کی ہدایت کے خلاف اپنی مرضی سے استعمال کی جائے تو نقصان دہ اور جان لیوا بن جاتی ہے اسی طرح سے طلاق کا معاملہ ہے اگر میاں اور بیوی کے درمیان اختلاف اور جھگڑا ہونے لگے، بیوی اگر ضد اور سرکشی پر آمادہ، اطاعت و فرمانبرداری میں کوتاہی، خانگی ذمہ داری کی ادائے گی میں لا پرواہی اور دین وشریعت کی دھجیاں اڑانے لگے تو ایسی صورت میں شوہر کی ذمہ داری بنتی ہے کہ بیوی کو نرمی سے سمجھائے، اگر نہ مانے تو سختی سے فہمائش کرے، اگر یہ تدبیر کارگر نہ ہو تو ہلکے پھلکے انداز میں مارے۔ (جانوروں کی طرح پٹائی کرنے کی اسلام میں اجازت نہیں)۔ اس سلسلے میں حدیث پاک میں اسلام کی رہنمائی اس انداز سے بیان کی گئی ہے۔

"ان تركته لم يزل اعوج فاستوصوا بالنساء " الیٰ آخر الحديث۔ (بخاری، مسلم، ج۲، ص:۴۷۵)

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو نیکی کی وصیت کرو کیوں کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں ہیں اور بیشک سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی پسلی ہے اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے تو اسے توڑ دے گا اور اگر چھوڑ دے تو وہ ٹیڑھی رہے گی لہذا عورتوں کو نیکی کی وصیت کرو۔

وعنه قال قال رسول الله ﷺ ان المراة خلقت من ضلع لن تستقيم لك علیٰ طريقة فان استمتعت بها استمتعت بها وبها عوج و ان ذهبت تقيمها كسرتها و كسرها طلاقها (رواه مسلم)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ تیرے لیے راہ راست پر ہرگز سیدھی نہیں ہوگی، اگر تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہے تو اس کی کجی کے باوجود نفع حاصل کر اور تو اسے سیدھی کرنا چاہے گا تو اسے توڑ دے گا اور اس کے توڑنے سے مراد اس کی طلاق ہے۔

درمختار میں ہے: لا يجب علی الزوج تطليق الفاجرة (ہاں ایسی بدچلن کو ہر ممکن ذریعہ سے بدچلنی سے روکنا شوہر پر ضروری ہے قرآن عظیم میں ہے۔

(والّٰتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا) (النساء۳۴)اگر عورتیں نافرمانی کریں تو انہیں سمجھاؤ۔خواب گاہ میں انھیں اپنے سے الگ کر دو اور مارو،اگر یہ ساری تدبیریں بے کار ہو جائیں تو اب طلاق کی شروعات کی اجازت ہے۔مطلب یہ کہ زندگی جب اجیرن ہو جائے تو طلاق کا نسخہ استعمال کیا جائے۔ان حالات کے تناظر میں ہر حساس،دردمند اور سمجھدار انسان یہی کہے گا کہ اگر دونوں کا ساتھ مشکل ہو جائے تو جدائی کرادی جائے تا کہ دونوں اپنے اپنے طور پر پرسکون زندگی کی سبیل تلاش کر سکیں۔

جہاں طلاق کا رواج نہیں :

جن مذاہب میں طلاق پر طنز کیا جاتا ہے یا طلاق کی مخالفت کی جاتی ہے ان کے پیروکار عملی طور پر اپنے مذاہب سے بغاوت کی راہ اختیار کر چکے ہیں جو لوگ اپنے آپ کو ماڈرن کہلواتے ہیں وہ اسے کوئی دوسرا خوشنما نام دے کر اپنا کام چلا لیتے ہیں اور جو ایسا نہیں کر سکتے وہ یا تو گھٹ گھٹ کر جینے پر مجبور ہوتے ہیں یا تو خود کشی کی راہ اختیار کر کے ہمیشہ کے لیے دنیاوی عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔میڈیا کی سرخیوں اور قرب و جوار کے حالات و معاملات نے اتنے واقعات دکھا دیے ہیں کہ اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ان ہوشربا حالات کے تناظر میں جب اسلام کے روح پرور نسخہ''طلاق'' کو دیکھا جاتا ہے تو اسلام کی وسعت نظری پر دل عش عش کرنے لگتا ہے۔ (جاری)

☆☆☆☆☆

☆نازش اہل سنت،بے مثل خطیب،حضرت صوفی ضامن علی سلطان پوری(سلمان رضا ازہری)☆۲۳ ربیع النور ۱۴۴۱ھ/۲۱ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعرات از ہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ کے درجۂ فضیلت کے ایک ہونہار طالب علم شہید راہ اشرفیہ مولانا اشتیاق احمد (بہار) (نورالھدیٰ مصباحی)☆۲۶ نومبر ۲۰۱۹ء کو نبیل ملت، حضرت علامہ سید نبیل احمد حیدر القادری،سجادہ نشین خانقاہ حیدریہ سیوان بہار(محبوب رضا شبنم رضوی بہار)☆۲۸ ربیع النور ۱۴۴۱ھ/ ۲۶ نومبر ۲۰۱۹ء بروز سہ شنبہ(رات گیارہ بج کر ۳۰ منٹ پر) پیکر علم و فن،مرشد کامل،حضرت علامہ مفتی جیش محمد برکاتی نوراللہ مرقدھم (زبیر احمد رضوی دھولیہ)☆ یکم ربیع الغوث ۱۴۴۱ھ/۲۹ نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ،دارالعلوم منظر حق ٹانڈہ کے مؤقر استاذ حضرت مولانا عقیل احمد عباسی مصباحی کی والدہ محترمہ (مرحومہ) (انجم القادری ٹانڈہ)☆اور ۱۵ ربیع الغوث ۱۴۴۱ھ/۱۱ دسمبر ۲۰۱۹ء بدھ،شام ۷ بج کر ۱۵ منٹ پر تلمیذ شمس العلماء استاذ الاساتذہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی شبیر حسن بستوی علیہ الرحمہ(سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد)(سلمان رضا ازہری) کے وصال و انتقال پر ملال پر ادارہ ان کے اہل خانہ،پس ماندگان اور جملہ متوسلین و معتقدین،مریدین و محبین اور تمام اعزہ و اقربا کو تعزیت پیش کرتا ہے۔پروردگار عالم مرحومین کی بے حساب مغفرت کر اکھیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین!

(ادارہ)''علامہ کیفی اکیڈمی'' رضا نگر مٹھنا

کفر فقہی و کفر کلامی

کے درمیان تفریق کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر کیے گئے اعتراض کا علمی جائزہ۔

الشیخ محمد اسلم نبیل ازہری۔ استاذ جامعہ احسن البرکات، مارہرہ مطہرہ، ایٹہ، یوپی۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس!

کچھ ماہ قبل ایک منہاجی ازہری صاحب نے، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ پر یہ اعتراض کیا، کہ اعلیٰ حضرت سے پہلے کسی عالم نے کفر کی تقسیم " کفر فقہی، کفر کلامی ' کی طرف نہیں کی۔ یہ تقسیم اعلیٰ حضرت کی خود ساختہ ہے۔ یہ تقسیم درست نہیں۔ اس تقسیم کی رو سے جماعت فقہا پر تکفیر جیسے حساس مسئلے میں جلد بازی اور بے احتیاطی کا الزام عائد ہوتا ہے۔

اس اعتراض سے ہمارے بعض احباب بھی متاثر ہو گئے، اور منہاجی صاحب کی طرح اس تقسیم کو غلط تصور کرنے لگے۔ حالاں کہ ان حضرات کو یہ چاہیے تھا، کہ وقت نکال کر امام احمد رضا قدس سرہ، یا دوسرے علماے اہل سنت کی تصنیفات کا مطالعہ کرتے، یا اپنے اکابر کی جانب رجوع کرتے تو شاید اس طرح کے اعتراض سے بچ جاتے۔

جب معترض کا اصرار بڑھنے لگا، تو ہم نے ضروری سمجھا، کہ اس اعتراض کا جائزہ لیا جائے، تاکہ لوگوں پر امام اہل سنت کی جلالت علمی، اور اصابت رائے آشکارہ ہو جائے۔ ہم اس اعتراض کا جواب دو طرح پیش کریں گے۔ ایک اجمالی، دوسرا تفصیلی۔

اجمالی جواب۔

کفر فقہی، کفر کلامی کی تقسیم کے ذریعہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ پر اعتراض کرنا سراسر غلط اور معترض کی کم علمی کا واضح ثبوت ہے۔ اس لیے کہ تکفیر کے سلسلے میں فقہا و متکلمین کا اختلاف زمانۂ قدیم سے رہا ہے۔ فقہا لزوم پر بھی تکفیر کرتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک '' امر قطعی " کا انکار بھی موجب کفر ہے۔ متکلمین لزوم پر تکفیر نہیں کرتے، التزام پر کرتے ہیں۔ ان کے یہاں تکفیر کے لیے "ضرورت دینی کا انکار شرط ہے۔ محققین کے نزدیک مذہب متکلمین راجح اور معمول بہ ہے۔ اس سلسلے میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی یہی ہے۔ جیسا کہ آگے آئے گا۔ فقہا سے یہاں سارے فقہا مراد نہیں ہیں۔ صرف فقہائے احناف مراد ہیں، ان میں بھی سب کا یہ مذہب نہیں ہے۔

تفصیلی جواب۔

فقہا و متکلمین کے درمیان مسئلۂ تکفیر میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف اس لیے ہے کہ دونوں جماعتوں کا دائرۂ عمل مختلف ہے۔ فقہا کا میدان عمل " علم فقہ "ہے۔ اور متکلمین کا میدان عمل "علم کلام" ہے۔ پھر ان علوم میں سے ہر ایک کا موضوع الگ ۔علم فقہ کا موضوع افعال مکلفین ہیں۔ اس علم کا تعلق اعضاو جوارح سے ہے۔ اس علم کے بہت سے مسائل ظنی ہیں۔ علم کلام کا موضوع عقائد ہیں۔ عقائد کا تعلق قلب سے ہے۔ اس علم کے مسائل یقینی ہوتے ہیں۔ چوں کہ کفر کا تعلق علم فقہ اور علم کلام دونوں سے ہے۔ اس لیے فقہا و متکلمین دونوں نے اس سے بحث کی ہے۔ تاہم دونوں جماعتوں کا دائرۂ بحث جدا ہے۔ متکلمین اس سے بہ حیثیت عقیدہ بحث کرتے ہیں فقہا اس سے بہ حیثیت عمل بحث کرتے ہیں۔ اس تناظر میں فقہا و متکلمین دونوں کے نزدیک کفر کی تعریف الگ الگ ہو گئی۔

متکلمین کے نزدیک کفر کی تعریف۔

علمائے کلام نے کفر کی تعریف اس طرح کی ہے :

''**الکفر هو إنكار ما علم من الدين ضرورة**"۔

(ترجمہ) ضروریات دین کے انکار کا نام کفر ہے۔

ضروریات دین کس چیز کا نام ہے؟

ضروریات دین، ان مسائل وعقائد کو کہتے ہیں، جو شہرت کی اس حد کو پہنچ جائیں کہ ان کا دین میں سے ہونا عوام (جو علما کی صحبت اختیار کرتے ہیں) وخواص سب کو معلوم ہو۔ جیسے اللہ تعالی کی وحدانیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، نماز روزہ، زکات، حج فرائض اسلام وغیرہ۔

ضروریات دین میں سے کسی بھی ضرورت دینی کا انکار متکلمین کے نزدیک کفر ہے۔ لہذا ایسے امر دینی کا انکار جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، لیکن اس کو علما ہی جانتے ہوں، عوام کو اس کا علم نہ ہو، تو اس کو ضرورت دینی نہیں کہا جائے گا۔ ایسے امر کا انکار متکلمین کے نزدیک کفر بھی نہیں ہوگا۔ جیسے سرور کائنات صلی اللہ علیہ سلم کا، رسول جن وانس ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے۔ مگر عوام کو آپ کا، رسول جن ہونا معلوم نہیں۔ اس لیے اس کا انکار مذہب متکلمین پر کفر نہ ہوگا۔ کیوں کہ یہ قطعی تو ہے مگر ضرورت دینی نہیں۔

فقہا کے نزدیک کفر کی تعریف۔

فقہا نے کفر کی تعریف میں "ضرورت دینی" کی شرط نہیں لگائی۔ صرف ''قطعی'' ہونے کی شرط پر اکتفا کیا۔ اس لیے کہ فقہا کے مذہب پر ایسی چیز کے انکار سے بھی حکم کفر لگ جائے گا، جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، اگر چہ وہ ضرورت دینی نہ ہو۔ جبکہ متکلمین کے نزدیک اس پر حکم کفر نہیں لگے گا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ متکلمین ضرورت دینی کے انکار پر تکفیر کرتے ہیں۔ صرف قطعی کے انکار پر تکفیر نہیں کرتے۔ فقہا محض قطعی کے انکار سے تکفیر کر دیتے ہیں، ضرورت دینی ہونا ضروری نہیں ہے۔ لہذا، فقہا اور متکلمین کے مذہب میں "عام خاص مطلق" کی نسبت ہے۔ متکلمین کا مذہب عام مطلق ہے، جبکہ فقہا کا مذہب خاص مطلق ہے۔ جو متکلمین کے نزدیک کافر ہوگا، وہ فقہا کے نزدیک بھی کافر ہوگا، یہ ضروری نہیں کہ جس کو فقہا کافر کہیں وہ متکلمین کے نزدیک بھی کافر ہو۔

ضرورت دینی کا انکار ہی وہ بنیادی فرق ہے، جس کی وجہ سے فریقین کے مابین، تکفیر سے متعلق متعدد مسائل میں اختلاف ہو گیا۔ من جملہ چند مسائل درج ذیل ہیں:

(۱) مسئلۂ خلق قرآن۔ قرآن مجید کو مخلوق کہنا فقہا کے نزدیک کفر ہے، متکلمین کے نزدیک کفر نہیں۔

(۲) خلافت شیخین کریمین۔ حضرات ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار فقہا کے کے نزدیک کفر ہے، متکلمین کے نزدیک نہیں۔

(۳) حوض کوثر، پل صراط، میزان عمل۔ ان چیزوں کا انکار فقہا کے نزدیک کفر ہے، متکلمین کے نزدیک کفر نہیں۔

کتب فقہ میں جو کفریہ الفاظ مذکور ہیں، ان میں سے اکثر پر متکلمین کے نزدیک تکفیر نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ فقہا لزوم پر بھی تکفیر کر دیتے ہیں، متکلمین لزوم پر تکفیر نہیں کرتے۔

☆ کفر فقہی، کفر کلامی کی تقسیم سے متعلق علما کی آرا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی متعدد تصنیفات میں کفر فقہی، کفر کلامی، یا کفر لزومی، کفر التزامی کا تذکرہ کیا ہے۔ لزوم کفر کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بات عین کفر نہیں، مگر کفر تک پہنچانے والی ہے۔ اور التزام کفر کا مطلب یہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا صراحتا خلاف کرنا۔

چوں کہ معترض نے اپنے اعتراض میں یہ کہا کہ یہ اصطلاح اعلی حضرت کی اختراع کردہ ہے۔ آپ سے پہلے کسی نے اس کا استعمال نہیں کیا۔ اس لیے ہم اس مختصر تحریر کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہ اصطلاح بہت قدیم ہے۔ درجنوں علمائے کرام نے اس کو اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ پہلے ہم اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی کتب سے ایک اقتباس ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد ان علما کے حوالے ذکر کریں گے، جنہوں نے اعلی حضرت سے پہلے کفر کی یہ تقسیم کی، اور اس کو صحیح مانا۔ اعلی حضرت، امام احمد رضا خان، فاضل بریلوی، رحمۃ اللہ علیہ "المستند المعتمد" حاشیۂ "المعتقد المنتقد" مین تحریر فرماتے ہیں:

تحقيق المقام أن أكثر الحنفية يكفرون بإنكار كل مقطوع به كما هو مصرح به في رد المحتاروغيره .....والمحققون لايكفرون إلا بإنكار ما علم من الدين ضرورة بحيث يشترك في معرفته الخاص والعام المخالطون للخواص.

(ترجمہ)اس مسئلے کی تحقیق یہ ہے کہ اکثر فقہائے احناف ہر امر قطعی کے انکار پر تکفیر کر دیتے ہیں۔جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔جبکہ محققین صرف ضروریات دین کے انکار پر تکفیر کرتے ہیں۔ضروریات دین وہ عقائد ومسائل کہلاتے ہیں،جن کا دین سے ہونا ہر خاص وعام (جو علما کے صحبت یافتہ ہوں) کو معلوم ہو۔(المستند المعتمد ،حاشیہ المعتقد المنتقد ،ص ۱۹۵/،مطبوعہ المجمع الاسلامی،مبارک پور)

☆ کفر فقہی،کفر کلامی کے سلسلے میں علامہ فضل رسول قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ۔

سیف اللہ المسلول،حضرت،علامہ،فضل رسول،قادری، برکاتی،قدس سرہ (وصال ۱۲۸۹ھ) کفر فقہی،کفر کلامی کی تقسیم کو درست مانتے تھے۔اسی لیے آپ نے اپنی معرکۃ الآ راء کتاب، "المعتقد المنتقد "میں اس تقسیم کو ذکر کیا۔چناں چہ آپ مسئلۂ تکفیر پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما ما ثبت قطعا ولم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية بإجماع المسلمين، فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده، فإنهم لم يشترطوا في الإكفار سوى القطع في الثبوت،لا بلوغ العلم به حد الضرورة"۔

(ترجمہ)وہ مسائل جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں ،ضروریات دین کی حد کو نہیں پہنچے،تو فقہائے احناف کے کلام کا ظاہر یہی ہیکہ ان کے انکار پر بھی تکفیر کی جائیگی۔جیسے اجماع مسلمین سے یہ بات ثابت ہے، کہ حقیقی بیٹی کی موجودگی میں، پوتی چھٹے حصے کی حق دار ہے۔کیوں کہ فقہانے تکفیر کے لیے صرف قطعیت کی شرط پر اکتفا کیا ہے،ضرورت دینی کی حد کو پہنچنے کی شرط نہیں لگائی۔(یعنی مذکورہ بالا مسئلہ،اجماع امت (دلیل قطعی) سے ثابت ہے،لیکن یہ ضرورت دینی نہیں ہے،تاہم فقہا اس کے انکار پر بھی تکفیر کرتے ہیں)(المعتقد المنتقد ،ص ۲۱۲/،مطبوعہ المجمع الاسلامی،مبارک پور)۔

☆ محقق لا ثانی ،علامہ ،کمال ابن ہمام،مصری علیہ الرحمہ بھی کفر فقہی،کفر کلامی کی تقسیم کے قائل تھے۔

محقق علی الاطلاق،شیر حنفیت ،حضرت علامہ کمال الدین محمد بن ہمام صاحب "فتح القدیر شرح ہدایہ "رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۸۶۱ھ) نے اپنی شاہ کار تصنیف،"المسایرہ "میں تکفیر کی دو قسمیں کی ہیں ۔تکفیر بر مذہب متکلمین،تکفیر بر مذہب فقہا۔اول الذکر میں ضرورت دینی کی شرط ہے،آخر الذکر میں محض قطعی ہونا کافی ہے۔آپ کی اصل عبارت درج ذیل ہے۔ومایوجب التکذیب جحد کل ما ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادعاؤہ ضرورۃ۔ضروریات دین کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان کا انکار کفر ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں: وأما ما ثبت قطعا، ولم يبلغ حد الضرورة، كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت الصلبية بإجماع المسلمين، فظاهر كلام الحنفية الإكفار بجحده، فإنهم لم يشترطوا في الإكفارسوى القطع في الثبوت"۔

(ترجمہ)اور رہے وہ مسائل جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں ،ضرورت دینی کی حد تک نہیں پہنچے،تو فقہائے احناف کے کلام سے یہی ظاہر ہیکہ ان کے انکار سے تکفیر ہوگی۔جیسے اجماع مسلمین سے یہ بات ثابت ہے کہ حقیقی بیٹی کے ہوتے ہوئے پوتی چھٹے حصے کی حق دار ہے۔کیوں کہ فقہا نے تکفیر کے لیے صرف قطعیت کی شرط پر اکتفا کیا ہے۔(المسایرہ مع شرحہ المسامرہ ج ۲/ص: ۲۰۸/مطبوعہ،المکتبہ الازہریہ للتراث،قاہرہ)۔

☆ علامہ محمد بن عابدین شامی علیہ الرحمہ بھی کفر فقہی، کفر کلامی کی اصطلاح کو صحیح مانتے تھے۔

خاتم الفقہاء، حضرت علامہ محمد امین بن عمر بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۲۵۲ھ) درمختار کی عبارت: "الکفر شرعا: تکذیبه صلی الله علیه وسلم فی شیء مما جاء به من الدین ضرورة" پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:

"وظاهر كلامه تخصيص الكفر بجحد الضروري فقط، مع أن الشرط عندنا ثبوته على وجه القطع وإن لم يكن ضروريا، بل قد يكون استخفافا من قول أو فعل كما مر، ولذا ذكر في "المسامرة" "أن ما ينفي الاستسلام أو يوجب التكذيب فهو كفر"۔

(ترجمہ) مصنف (صاحب درمختار) کے ظاہر کلام سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ کفر صرف ضرورت دینی کے انکار سے ہوتا ہے، حالاں کہ ہمارے (حنفیوں) کے نزدیک شرط یہ ہے کہ جس امر دینی کا انکار کیا ہے اس کا ثبوت قطعی ہو، اگر چہ ضرورت دینی نہ ہو۔ بلکہ کبھی ایسے قول وفعل کی بنا پر تکفیر ہو جاتی ہے جس سے کسی امر دینی کی توہین ہوتی ہو، جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہوا۔ اسی لیے مسامرہ میں ذکر کیا کہ ہر وہ چیز جو طاعت کے منافی ہو، یا تکذیب کا سبب ہو تو وہ کفر ہے۔

(ردالمحتار، ج:٦ ص:٣٥٧ رمطبوعہ دار عالم الکتب، ریاض)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کی عبارت سے ایک بات اور معلوم ہوئی، کہ فقہا کبھی ایسے قول وفعل کی وجہ سے تکفیر کر دیتے ہیں جس سے کسی امر دینی کی اہانت لازم آتی ہو، اگر چہ وہ امر، ضرورت دینی یا امر قطعی نہ ہو۔

☆ علامہ، ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری، کفر فقہی، کفر کلامی کی تقسیم کو درست مانتے تھے۔

محقق علی الاطلاق، حضرت علامہ، ملا علی قاری، علیہ الرحمہ (وصال ۱۰۱۴ھ) نے اپنی مشہور تصنیف "منح الروض الازھر ''شرح الفقہ الاکبر''، میں بعض اہل قبلہ جو ضروریات مذہب اہل سنت میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہوں ان کی تکفیر وعدم تکفیر سے متعلق ایک اشکال کا جواب کفر فقہی، وکفر کلامی کے تناظر میں دیا ہے، چناں چہ آپ فرماتے ہیں: "عدم التكفير مذهب المتكلمين، والتكفير مذهب الفقهاء، فلا يتحد القائل بالنقيضين، فلا محذور"۔ ایسے اہل قبلہ متکلمین کے مذہب پر کافر نہیں، فقہا کے مذہب پر کافر ہیں، اس لیے اجتماع نقیضین لازم نہیں آئے گا، لہذا کوئی خرابی نہیں (منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر، ص:۴۲۹ رمطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ، بیروت)

☆ عمدۃ المتکلمین، علامہ، محمد عبد العزیز، پرہاری، صاحب کتاب النبر اس کفر فقہی، کفر کلامی کی تقسیم کے قائل تھے۔

حضرت علامہ محمد عبد العزیز، پرہاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقائد کی شرح "نبراس" میں کفر کی دو قسمیں کی ہیں، کفر فقہی، کفر کلامی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک یہ تقسیم صحیح تھی۔ چناں چہ آپ اہل قبلہ کی تکفیر سے متعلق ایک مشہور اشکال کی وضاحت میں لکھتے ہیں: عدم التكفير مذهب الشيخ الأشعري وأتباعه من علماء الكلام، وهو المروي في الملتقى عن الإمام الأعظم، والتكفير مذهب الفقهاء۔

امام ابو الحسن اشعری اور آپ کے ہم موقف علماے متکلمین کے مذہب پر اہل قبلہ (جو کسی ضرورت دینی کے منکر نہ ہوں) کی تکفیر نہیں ہوگی۔ مذہب فقہا پر تکفیر ہوگی۔ کتاب الملتقی میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے اول الذکر مذہب مروی ہے۔ (نبراس، ص:۳۴۲)۔

متعلقہ موضوع پر اور بھی حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ منصف مزاج کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ اس مختصر تحریر سے معلوم ہوا کہ امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا کفر کی کفر فقہی، کفر کلامی کی طرف تقسیم کرنا درست ہے۔ آپ سے پہلے بھی اساطین علم وفضل نے مختلف ادوار میں اپنی تصنیفات میں اس تقسیم کا ذکر کیا ہے۔ اس تعلق سے معترض کا الزام بے بنیاد ہے۔

رب قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے، کہ مولی تعالی اپنے حبیب پاک کے صدقے، ہمیں استقامت عطا فرمائے، اکابر کا ادب نصیب فرمائے۔ ہم پر علماے اہل سنت خصوصا، امام احمد رضا فاضل بریلوی، رضی اللہ عنہ کا علمی فیضان جاری وساری رکھے۔

این آر سی پر حکومت کی دوغلی پالیسی

شہریت ترمیمی بل کے ذریعہ غیر مسلم دراندازوں کو شہریت دینے کی غیر دستوری کوشش

غلام مصطفےٰ نعیمی مدیر اعلیٰ ''سواد اعظم''، دہلی۔ روشن مستقبل دہلی gmnaimi@gmail.com

لیجیے بلی تھیلے سے باہر آ گئی۔جس این آر سی کا مدعا چوپال سے لیکر چوراہوں اور چائے خانوں تک چھایا ہوا ہے۔اسی پر بولتے ہوئے ملک کے وزیر داخلہ امت شاہ نے کولکاتہ کی ایک انتخابی ریلی میں ہندو گھس پیٹھیوں کو بھارتی شہریت دینے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی ہندو شرنارتھی (گھس پیٹھیے) کو ملک چھوڑنا نہیں پڑے گا،مودی حکومت ایسے لوگوں کو شہریت ترمیمی بل (Citizenship Amendment Bill) کے ذریعے بھارت کی شہریت دلائے گی اور کسی بھی ہندو، بودھ، سکھ، جین پارسی اور عیسائی کو ملک چھوڑنے کی نوبت نہیں آئے گی، خصوصاً کسی بھی ہندو شرنارتھی (گھس پیٹھیے) کو بھارت چھوڑنا نہیں پڑے گا۔

وزیر داخلہ کو یہ بیان اور یقین دہانی اس لیے کرانا پڑی کہ پچھلے دنوں جب آسام این آر سی کے فائنل ڈرافٹ کی لسٹ آئی تو "بنگلہ دیشی مسلمانوں " کا نام لیکر دراندازی کا ہوّا کھڑا کرنے والوں کے پیروں سے زمین کھسک گئی کیوں کہ ملکی شہریت کے رجسٹر سے باہر ہو جانے والے 19 لاکھ افراد میں سے 13 لاکھ افراد ہندو نکلے جبکہ مسلمانوں کی تعداد محض 6 لاکھ ہی نکلی . پہلے شر پسند یہ افواہ پھیلاتے تھے کہ آسام میں 70 لاکھ سے زیادہ بنگلہ دیشی درانداز موجود ہیں لیکن حقیقت سامنے آتے ہی پروپیگنڈا گینگ گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکا ہے۔اب تو حالات یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ آسام بی جے پی کے کچھ لوگوں نے سپریم کورٹ میں یہ درخواست لگائی ہے کہ این آر سی پروگرام کو یکلخت منسوخ کر دیا جائے۔این آر سی پر منہ کی کھانے کے بعد حکومت نے دوسرے منصوبے پر کام شروع کیا جس کے تحت شہریت ترمیمی بل کا راستہ نکالا گیا۔

اصل میں اس معاملے پر حکومت کے پاس پہلے ہی سے پلان اے اور پلان بی دو منصوبے تھے:

پلان اے (A) این آر سی۔ پلان بی (B) شہریت ترمیمی بل۔

پلان اے (A) کے تحت طے کیا گیا کہ این آر سی کے فائنل ڈرافٹ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد بھارتی شہریت سے خارج ہو جائے۔جو کہ تمام تر سازشوں کے باوجود نہیں ہو سکی۔

پلان بی (B)) کے تحت شہریت ثابت کرنے میں ناکام رہنے یا گھس پیٹھ کر کے داخل ہونے والے ہندوؤں کو "شہریت کے قانون "میں ترمیم کر کے شہریت دی جائے۔وزیر داخلہ کا حالیہ بیان اسی پلان بی کا حصہ ہے۔

این آر سی معاملے میں منہ کی کھانے کے بعد جب ملک میں غیر قانونی طور پر مقیم ہندوؤں میں خوف و ہراس پھیلا تو حکومت نے اپنے پلان بی (B)) پر کام شروع کیا۔پلان B)) شہریت قانون میں ترمیم کر کے غیر ملکی دراندازوں کو بھارتی شہریت دینا تھا۔اسی منصوبے کے تحت 2016ء میں Citizenship Amendment Bill یعنی شہریت ترمیمی بل کو پارلیمینٹ میں پیش کیا گیا اور اپنی اکثریت کی بنیاد پر پاس بھی کرا لیا گیا۔لیکن یہ بل راجیہ سبھا میں منظور نہیں ہو سکا اور کالعدم ہو گیا۔دوبارہ اقتدار ملنے کے بعد 8 جنوری 2019ء کو ایک بار پھر یہ بل لوک سبھا میں پیش کیا اور منظور بھی کرا لیا. لیکن ابھی راجیہ سبھا میں پیش نہیں کیا گیا ہے کیوں کہ راجیہ سبھا میں ابھی بی جے پی اقلیت میں ہے اور بغیر دیگر پارٹیوں کو سادھے راجیہ سبھا میں منظوری مشکل ہے۔

کیا ہے این آر سی؟

این آر سی (National Register of Citizens) کا مخفف ہے

جس کا مطلب ہوتا ہے قومی رجسٹر برائے شہری۔

این آر سی کا سلسلہ راجیو گاندھی حکومت کے زمانے میں آسام کے لیے متعارف کرایا گیا تھا۔آسام میں ایک شدت پسند تنظیم آسو (AASU) آل آسام اسٹوڈینٹس یونین (All Asam Students Union) سے راجیو گاندھی حکومت نے 1985ء میں ایک معاہدہ کیا تھا۔اس معاہدے کے تحت یہ طے پایا کہ ایک نیشنل رجسٹر تیار کرایا جائے گا۔جن افراد کے نام اس رجسٹر میں درج ہوں گے وہی آسامی اور ہندوستانی شہری تسلیم کیے جائیں گے اور جن افراد کے نام اس رجسٹر میں درج نہیں ہوں گے وہ غیر ملکی مانے جائیں گے۔اسی معاہدہ کو آسام معاہدہ کہا جاتا ہے۔جسے مین اسٹریم میڈیا آسام ایکارڈ کے نام سے یاد کرتا ہے۔اس طرح پورے ملک میں پہلی بار شہریوں کی شناخت کے لیے کسی قومی رجسٹر کا آغاز کیا گیا۔لمبی جدوجہد کے بعد جب 2018ء میں اس کی لسٹ آئی تو اس میں 40 لاکھ لوگوں کے نام ملکی شہریت سے خارج قرار دئے گئے۔جس پر کافی ہنگامہ برپا ہوا۔اس وقت بی جے پی اور دیگر شدت پسندوں نے یہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ 40 لاکھ میں قریب 35 لاکھ مسلمان ہیں لیکن 2019ء میں جب فائنل لسٹ آئی تو منظر بالکل الگ تھا۔کل 19 لاکھ لوگوں میں سے 13 لاکھ ہندو، بھارتی شہریت ثابت کرنے میں ناکام رہے اور شر پسندوں کو منہ کی کھانا پڑی۔

شہریت ترمیمی بل کیا ہے؟

یہ بل بھارت کے شہریت قانون 1955ء میں ترمیم کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔اس قانون کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆اس بل کے تحت 31 دسمبر 2014ء تک پاکستان،افغانستان اور بنگلہ دیش سے آنے والے 6 مذاہب کے لوگوں کو بھارتی شہریت دی جائے گی۔وہ 6 مذاہب یہ ہیں: 1 ہندو۔2 جین۔3 بودھ۔4 سکھ۔5 پارسی۔6 عیسائی۔اس فہرست سے صرف مسلمانوں کو باہر رکھا گیا ہے۔

☆پہلے بھارتی شہریت کے لیے ملک میں 12 سال گزارنا ضروری تھا لیکن اس قانون میں یہ مدت محض 6 سال کردی گئی ہے۔

☆بھارتی شہریت کے لیے ان لوگوں کے پاس قانونی دستاویز ہونا بھی ضروری نہیں، اگر وہ غیر قانونی طریقے سے بھی ملک میں داخل ہوئے ہیں تب بھی انہیں شہریت دی جائے گی۔

☆ ان لوگوں کو شہریت دینے کے لیے مذہب کو بنیاد بنایا گیا ہے اس سے پہلے ملک میں شہریت کے لیے مذہب شرط نہیں تھا۔

شہریت ترمیمی بل پر غور کریں تو حکومت نے نہایت بددیانتی اور مسلم دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔اس بل پر کئی اعتراض وارد ہوتے ہیں:

☆ اس بل میں شہریت کی بنیاد مذہب پر رکھی گئی ہے جو ملک کے سیکولر دستور کے سراسر خلاف ہے۔

☆دستور کے بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کے تحت آرٹیکل 14 (قانون کے نزدیک برابری کا حق) اور آرٹیکل 15 (حکومت مذہب، نسل، ذات، صنف، زبان اور علاقے کی بنیاد پر شہریوں میں کوئی فرق نہیں کرے گی) کی سراسر خلاف ورزی ہے۔

☆شہریت ترمیمی بل آسام معاہدہ کے بھی خلاف ہے جس میں یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ 24 مارچ 1971ء کے بعد ملک میں داخل ہونے والوں کو شہریت نہیں دی جائے گی۔

☆ اس بل میں تین مسلم ممالک پاکستان افغانستان اور بنگلہ دیش سے آنے والوں کے لئے شہریت کا التزام ہے۔اگر حکومت مظلوموں کی ہمدرد ہے تو اس فہرست میں برما، سری لنکا اور نیپال کو شامل کیوں نہیں کیا؟

شاید اس لیے کہ مسلم ملکوں کے مفروضہ ظلم وستم کا پروپیگنڈا کرکے یہاں کے ہندوؤں کو آسانی سے بے وقوف بنایا جا سکتا ہے برما و نیپال کے نام سے نفرت پھیلانا ممکن نہیں تھا۔

این ڈی ٹی وی کے مشہور اینکر رویش کمار کا کہنا ہے کہ گھس پیٹھیا، گھس پیٹھیا ہوتا ہے چاہے ہندو ہو یا مسلم، لیکن بی جے پی حکومت مسلم گھس پیٹھیے کو تو گھس پیٹھیا مانتی ہے لیکن ہندو گھس پیٹھیے کو گھس پیٹھیا ماننے کو تیار نہیں ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہوا کہ اگر آپ کے گھر کوئی ڈاکو گھس آیا اور وہ مسلم ہوا تو آپ اسے جیل بھیجیں گے اور اگر وہ ڈاکو ہندو نکلا تو اسے اپنی جائداد کا وارث بنائیں گے۔

شہریت کے سلسلے میں ملک کے پہلے وزیر داخلہ سردار پٹیل بھی مذہب نہیں بلکہ متعلقہ ملک میں پیدائش کو ضروری قرار دیتے تھے، یوگیندر یادو، دی پرنٹ پر اپنے کالم میں لکھتے ہیں": دستور ساز اسمبلی میں ہوئی چرچا میں حصہ لیتے ہوئے سردار پٹیل کہتے ہیں:

"جدید دنیا میں نیشنلٹی کے بارے میں دو خیال پائے جاتے ہیں ایک وسیع النظری پر مبنی اور دوسرا تنگ نظری پر مشتمل۔ ہم ساؤتھ افریقہ میں پیدا ہونے والے بھارتیوں کے لیے وہاں کی شہریت کا دعوی کرتے ہیں۔ اس معاملے میں تنگ نظری درست نہیں ہے۔ سردار پٹیل کی اس بات پر دستور ساز کمیٹی کے رکن راجیندر پرساد نے کہا تھا: ہم وہاں کی شہریت کا دعوی پیدائش نہیں بلکہ وہاں بسنے کی بنیاد پر کرتے ہیں"

ان دونوں لیڈران کی باتوں پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے نزدیک شہریت کا معیار پیدائش اور رہائش ہے مذہب ہرگز نہیں۔ مذہبی بنیاد پر شہریت کو سردار پٹیل نے تنگ نظری سے تعبیر کیا ہے لیکن موجودہ حکومت سردار پٹیل کو رول ماڈل ماننے کے باوجود ان کے نظریے کی خلاف ورزی پر آمادہ ہے۔ اگر دنیا کے دیگر ممالک بھی شہریت کی بنیاد مذہب کو قرار دے دیں تو باہری ممالک میں آباد بھارتیوں کے سامنے کس قدر مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔

ملی قیادت کا رول

ملی قیادت میں دیوبندی قیادت تو پہلے ہی حکومت کے چرنوں میں سرِ نیاز خم کر چکی ہے۔ جمعیۃ (م) کے ناظم عمومی مولانا محمود مدنی نے شہریت ترمیمی بل پر ایک نہایت ہی منافقانہ اور چاپلوسانہ بیان دیتے ہوئے کہا ہے:

اگر کوئی ہندو غیر ملک سے ہندوستان آیا ہے تو حکومت چاہے تو اسے ہندوستانی شہریت دے دے، لیکن اگر کسی بھی ملک سے کوئی مسلمان ہندوستان آیا ہے تو اسے ہم ہندوستان میں قبول کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں، کوئی بھی مسلمان اپنا ملک چھوڑ کر میرے ملک میں کیوں آئیگا؟ مجھے ہرگز قبول نہیں، مجھے کوئی بھی مسلمان نہیں چاہیے، اگر کوئی مسلمان" گھس پیٹھیا" بن کر آیا ہے تو اسے ہم سب کو مل کر نکالنا چاہیے، باہر ملک کا کوئی بھی مسلمان ہمیں ہندوستان میں نہیں چاہیے"

قارئین کرام! غور کریں کہ ان کو مسلمان کسی طور پر بھی قبول نہیں ہیں۔ حکومت ہندو گھس پیٹھیے کو شہریت دے، انہیں منظور ہے لیکن مسلم کو شہریت ملنا مولانا کو قطعی منظور نہیں شاید مولانا خود کو امت شاہ سے بڑا" دیش بھکت" ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

ایک طرف حکومت ہندو گھس پیٹھیوں کو شہریت دینے کے لیے دستور میں ترمیم کرنے پر آمادہ ہے لیکن حکومت کی خوشامد میں مولانا اپنے ہی بھائیوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

مولانا مدنی کو اتنا بھی شعور نہیں کہ "مہاجرت" کی بنیاد پر اگر وہ کسی مسلمان کو شہری تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں (اگر یہی فارمولہ حکومت نے اپنا لیا) تو خود مولانا کو ملک چھوڑنا پڑ جائے گا، کیوں کہ مولانا خود کو سید کہلاتے ہیں اور سید بالاتفاق عربی النسل ہیں۔ اسی طرح قوم شیوخ، قوم ترک، قوم پٹھان جو خود کو فخریہ عربی ترکی اور افغانی نسلوں سے جوڑتے ہیں اگر مہاجرت کی بنیاد پر حکومت نے ان سب کو نکالنے کا فیصلہ کر لیا تو کیا ہوگا؟

مولانا شاید یہ یقین کیے بیٹھے ہیں کہ انہیں اور ان کے اہل خانہ کو حکومت کی حمایت کے طفیل کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، لیکن جناب!!

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

حالات حاضرہ میں مسلمان کیا کریں

از:۔ مولانا کمال احمد علیمی نظامی دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے امت مسلمہ کا زوال و ادبار شروع ہوا، جواب تک جاری ہے، خلافت بنی امیہ اور خلافت عباسیہ میں مسلمانوں نے عروج و ترقی کا جو خواب دیکھا سقوط بغداد سے وہ خواب چکنا چور ہو گیا، پھر سقوط غرناطہ اور خلافت عثمانیہ کے زوال سے قوم مسلم جس پستی میں گری اب تک اس سے باہر نہیں نکل سکی، اب تو عالم اسلام کا تصور ختم ہو چکا ہے، تعلیم، تجارت، اقتصاد، معیشت، سیاست، قیادت ہر میدان میں مسلمان پستی کا شکار ہیں، عالم عرب کے سلاطین اور اسلامی حکومتوں کے قائدین خواب غفلت میں مست ہیں، امت مسلمہ ظلم و تشدد، عصبیت و بربریت، تحدی و تعدی کا شکار ہے، اس کی حیثیت اس مردار کی طرح ہو گئی ہے جسے ہر کوئی نوچ رہا ہے، اور یہ بے حس و حرکت پڑی ہے، نہ احساس حیات، نہ فکر فردا، نہ زندگی کی رمق، نہ فلاح و بہبود کی للک، سب ختم ہو گیا، وہ قوم جس نے کبھی دریا میں گھوڑے دوڑائے تھے، صحرائے افریقہ میں اذانیں دی تھیں، جس کی تلوار سے قیصر و کسریٰ لرزہ براندام تھے، جس کے علم و دانائی سے عالم جگمگا رہا تھا، جس کی حکمت و تدبر سے دنیا نے علم کا سویرا دیکھا تھا، آج اس کی حالت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے، ہر کوئی اپنے میں مست ہے، "کل حزب بما لدیھم فرحون" (روم) کسی کو کسی کی فکر نہیں، فلسطین کی چیخ و پکار، افغانستان کی تباہی، عراق کی بربادی، لیبیا کا سقوط، شام کی خوں ریزی سے ہمارے اوپر کچھ فرق نہیں پڑا، ہم جیسے تھے ویسے ہی ہیں، امیر عیاشیوں میں غرق ہیں، غریب قنوطیت کا شکار ہیں، نہ تعلیم میں آگے، نہ تجارت میں مضبوط، ایک دم بے وقعت، بالکل بے حیثیت، جہاں ملے گھیر کر مار دیے گئے، کہیں داڑھی کی توہین، کہیں ٹوپی کی تنقیص، کہیں مسجد پر حملہ، کہیں مدرسے پر یلغار، ہر میدان میں پیچھے، ہر فیلڈ میں نکبت و افلاس کا شکار ہیں۔

یہ تو عالمی سطح پر مسلمانوں کی موجودہ حالت ہے، مادر وطن ہندستان میں ۲۰ رفیصد سے زیادہ مسلمان بستے ہیں، ایک دور تھا جب یہاں ان کی حکومت تھی، انھیں کے عہد حکومت میں ہندوستان سونے کی چڑیا بنا تھا، انھوں نے ہی ہندستان کو "تاج محل"، "لال قلعہ" اور "قطب مینار" دیا، مگر آج یہ محکوم ہیں، مغلوب ہیں، مفتوح ہیں، یہاں کی سیاست میں بے حیثیت، اسلام دشمن طاقتیں ان پر حاکم ہیں، جو صرف انہیں کو ٹارگیٹ کر کے اپنی سیاست چمکاتی ہیں، بابری مسجد کے انہدام کا معاملہ ہو یا طلاق ثلاثہ بل کا مسئلہ ہو یا پھر موب لنچنگ کے واقعات ہوں، یہ سب اقدامات مسلمانوں کے خلاف ہیں، مگر مسلمان آرام سے سو رہا ہے، اسے تو بس سکون سے دو وقت کی روٹی چاہئے، سونے کے لیے دو گز زمین، اس کے علاوہ اس کو کچھ نہیں چاہیے، نہ تعلیم و تعلم سے مطلب، نہ تجارت و معیشت سے سروکار، خواب خرگوش میں مست ہے، کھلی آنکھوں سے تباہی کا منتظر ہے، سماج سے کٹا ہوا ہے، ترقی کی رفتار سے کوسوں دور، شریعت وسنت سے نفور، اس کی جان مال، عزت و آبرو کچھ بھی محفوظ نہیں، مگر اسے کچھ پرواہ نہیں۔ اس کا بھائی مارا جا رہا ہے مگر یہ خود کو محفوظ سمجھ کر خوش ہے، اسلامی شعائر پر حملے ہو رہے ہیں مگر اسے کچھ فکر نہیں، ایسے میں ایک دردمند مسلمان، ایک حساس مومن کو یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ ان حالات میں مسلمان کیا کریں کہ ان کی عظمت رفتہ بحال ہو جائے، یہ قعر مذلت سے نکل کر تخت عزت پر جلوہ گر ہوں، ان کی شریعت محفوظ رہے، اسلامی شعائر مامون ہوں، ان کی جان مال اور عزت و آبرو باقی رہے، ذیل میں راقم چند ضروری تجاویز پیش کرتا ہے، اگر ان پر عمل ہو جائے تو یقین ہے کہ امت مسلمہ کی حالت بدل جائے گی، ان کی عظمت رفتہ بحال ہو جائے گی، اور پھر سے وہ فلاح و بہبود کا آسمان چھوئیں گے۔

(۱) قنوطیت سے باہر نکلیں: قرآن شاہد ہے، مایوسی کفر

ہے، ارشاد ربانی ہے: "**لاتقنطوا من رحمة اللہ**" (الزمر:۵۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:" **انہ لا یائیس من روح اللہ الا القوم الکافرون** "(یوسف:۸۷) یعنی اللہ کی رحمت سے مایوسی شان مومن نہیں، ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں تاتاریوں کے قتل و غارت گری کو یاد کیجیے، جو مور و ملخ کی طرح اٹھے اور ایران و ترکستان سمیت دینا کے بیشتر حصوں کو تاراج کرڈالا، انسانی سروں کے مینار بنائے، لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے، اسلام و مسلمان کی ناک میں دم کر دیا، انہیں چن چن کر مارا، ان کے شہروں کو ویران کر دیا، مگر اللہ کی شان دیکھیں جو صدی آغاز میں مسلمانوں کے لیے تباہی لے کر آئی وہی صدی ان کے لیے فتح مبین کی صدی بن گئی، صنم خانے سے کعبہ کے پاسبان مل گئے، اسلام کی لازوال سچائی نے تاتار کو اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر بنا لیا، پھر وہی تاتار اسلام کے محافظ ہو گئے، اسلامی شوکت کا علم پھر سے لہرانے لگا۔

ڈاکٹر اقبال نے کہا:

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

آج مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے، اس کی حقیقت ہی کیا ہے، بس اپنے رب سے امید رکھیں، حوصلہ رکھیں، اپنی روح کو مرنے نہ دیں، ایمان وایقان کا اجالا باقی رکھیں، ہر شب دیجور سے نوری کرن ضرور پھوٹتی ہے، ان شاء اللہ یہ وقت بھی گزر جائے گا، پھر اسلام کو غلبہ واقتدار حاصل ہوگا۔

اتحاد پیدا کریں: تاریخ شاہد ہے کہ جب جب مسلمانوں میں انتشار ہوا ہے اسی طرح سے پستی کا شکار ہوئے ہیں، ان کو مارا کاٹا گیا، ان کو ظلم کی چکی میں پیسا گیا، اور جب بھی وہ متحد ہوئے تو عالم میں انقلاب آیا ہے، رحمت کی باد بہاری چلی ہے، عرب کی منتشر قوم جب نبوی علم کے تحت متحد ہوئی تو قیصر و کسریٰ کی سپر پاور حکومتوں کو تہ و بالا کر دیا، دنیا کے تین حصوں پر حکومت کی، مگر جب منتشر ہوئی تو سب کچھ تباہ ہو گیا۔

قرآن میں ہے: "**واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا**" ۔(سورۃ: آل عمران:) اللہ کی رسی کو سب مل کر تھام لو، انتشار نہ پھیلاو، ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، آج ہم جس حالت میں بھی ہیں یہ ہمارے انتشار کا نتیجہ ہے، حدیث میں ہے ید اللہ علی الجماعۃ (ترمذی حدیث رقم) اللہ کا دست رحمت جماعت پر ہے، آقا کا ارشاد ہے، "**فعلیکم بالسواد الاعظم** "۔(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن) سواد اعظم کے ساتھ رہو، آقا فرماتے ہیں: "**من شذ شذفی النار**" ۔ جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنمی ہے، مسلمان ہوش کے ناخن لیں، متحد ہو جائیں، ورنہ وہ دن دور نہیں جب ریوڑ سے الگ رہنے والی بکری کی طرح ایک ایک کر ہم کو ظالم بھیڑیے کھا جائیں گے اور ہمیں احساس تک نہیں ہوگا!۔

ہم مذہبی ومسلکی اتحاد نہیں کر سکتے ہیں، مگر سیاسی، تجارتی اور کاروباری اتحاد ضرور کر سکتے ہیں، ایک پلیٹ فارم پر آجائیں، آج مسلمان ہندوستان میں ۲۵ رکروڑ سے زائد کی تعداد میں ہیں، اگر ایک ہو جائیں تو پچاس کروڑ ہاتھ ایک ہو جائیں گے، پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نقصان نہیں پہونچا سکتی ہے۔

☆تعلیم پر توجہ دیں: علم ہر فلاح کی کنجی ہے، کامیابیوں کا راز ہے، ترقی کا سب سے شارٹ کٹ راستہ ہے، اس ذریعہ سے ہم کچھ بھی حاصل کر سکتے ہیں، حتی کی صدارت عظمیٰ کی کرسی بھی، مسلمانوں کو پہلا خدائی حکم جو ملا وہ حصول علم کا حکم تھا۔ اقراء باسم ربک الذی خلق (سورۃ علق:) اپنے رب کا نام لے کر پڑھنا شروع کرو، جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر مسلمان پڑھتے کیوں نہیں، ہمارے پاس علم سے بڑا کوئی ہتھیار نہیں، آج گولی بندوق سے ہم کسی سے لڑ نہیں سکتے، ہاں علم سے قوموں کی تسخیر ہو سکتی ہے، فتح و کامرانی کی نئی داستان لکھی جا سکتی ہے، قوم مسلم کی تقدیر بدل سکتی ہے، جس قوم کے رسول نے فرمایا:

"**اطلبوا العلم و لو کان بالصین** "۔(رواہ ابونعیم فی اخبار اصبھان)

جس امت کے پیغمبر صادق نے فرمایا: "**طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة**" ۔(ابن ماجہ:) آج وہی قوم سب سے ان پڑھ اور جاہل قوم ہے، اللہ رحم فرمائے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تعلیم کے میدان میں آگے آئیں ، دینی ہی نہیں دنیوی تعلیم بھی حاصل کریں ۔ ہمارے پاس اچھے عالم وحافظ کے ساتھ اچھے ڈاکٹر اور انجینئر بھی ہوں، تب یہ قوم ترقی کے دھارے سے جڑ سکتی ہے، خود کو بچا سکتی ہے، اپنی شریعت کی حفاظت کر سکتی ہے۔

☆تجارت کو فروغ دیں :اس وقت امت مسلمہ کے زوال وادبار کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ محنت سے جی چراتی ہے، صنعت وحرفت سے کوسوں دور ہے، سستی وکاہل کے بحر الکاہل میں غرق ہے، تجارت وزراعت جو کسی قوم کی مضبوطی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے آج قوم مسلم اس سے دور ہے، ہمارے کچھ سرمایہ دار جن کے ہاتھ میں پیسہ ہے وہ عیاشیوں میں ڈوبے ہیں، انہیں نہ اپنی فکر نہ قوم کی پرواہ، وہ دکھاوے میں پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں، تجارت کے نئے ذرائع حاصل کرنے کے بہ جائے مہنگی گاڑیاں اور قیمتی ملبوسات خرید کر اپنے نفس کے سکون کا سامان فراہم کرتے ہیں، شوبازی میں قوم کا پیسہ اور مالی طاقت ضائع ہو رہی ہے، ہمارے نوجوان منشیات اور دیگر برائیوں میں گرفتار ہیں، بس اتنا ہی کماتے ہیں جتنے سے خرچ چل جائے ، پھر تنگ دست رہتے ہیں، قرض ادھار سے کام چلاتے ہیں، نہیں پاتے ہیں تو چوری کرتے ہیں یا بھیک مانگتے ہیں، آج سب سے زیادہ بھکاری مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں، ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اقتصاد وتجارت پر توجہ دیں، خود کو مضبوط کریں، محنت کریں، صنعت وحرفت سے دلچسپی لیں ، آقائے دوجہاں کا ارشاد ہے:"**ماأكل احد منكم طعاما احب الى الله عز و جل من عمل يديه**"۔(مسند احمد بن حنبل رقم:۱۷۱۵۱) یعنی ہاتھ کی کمائی کھانا اللہ کے نزدیک سب سے بہتر ہے، مزید ارشاد ہے:"**لان يا خذ احدكم حبله فياتى بحزمة الحطب على ظهره فيبيعها فيكف الله بها وجهه خير له من ان يسال الناس اعطوه او منعوه**"۔یعنی اگر کوئی اپنی رسی اٹھائے اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے ، اس کو بیچے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کی آبرو بچائے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے کہ وہ دیں یا نہ دیں۔(بخاری کتاب الزکوۃ رقم (۱۴۷۱)۔

یہ ارشادات ہم سب کے لیے مشعل راہ ہیں، ان پر عمل کریں اور تجارتی کاروباری سطح پر خود کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔

رسول کریم کی مکی زندگی کو نمونہ بنائیں: فاران کی چوٹی سے نور کی کرن پھوٹی، اسلام کا اجالا پھیلا، کفر وشرک کی دنیا میں تہلکہ مچ گیا، اور سارے مشرکین مکہ رسول کریم علیہ السلام اور ان کے متبعین کے جانی دشمن بن گئے، انکو تکلیفیں دیں، مارا پیٹا، طعن و تشنیع کے تیروں سے زخمی کیا، ارض مقدس مسلمانوں پر تنگ کر دی گئی، اس وقت مسلمان اقلیت میں تھے، ظلم سہتے رہے، صبر کرتے رہے، تحمل کا پیکر بن گئے، دین کا پرچار کرتے رہے، راز داری اور خاموشی کے ساتھ دین پھیلتا رہا، اسلام کی جڑیں مضبوط ہوتی رہیں، لوگ ساتھ آتے گئے، کارواں بنتا رہا، ایک دن آیا کہ مسلمانوں کو مکہ چھوڑنا پڑا، پہلے حبشہ گئے، پھر حبشہ گئے، پھر مدینہ طیبہ گئے، رسول کریم علیہ السلام نے بھی ہجرت کی، مدینہ میں مضبوط اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی، صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے، اخلاص نے رنگ دکھایا، صبر کے جلوے نظر آئے، ایک دن وہ بھی آیا جب مسلمان شان وشوکت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے، خون کے پیاسے میزبان بن گئے، لوگ جوق درجوق اسلام میں داخل ہوئے۔اور اس طرح اسلام کا غلبہ ہوا۔

ہم ہندی مسلمان بھی اقلیت میں ہیں، ہمیں بھی وہی طریقہ اپنانا چاہئے جو اسلامیان مکہ نے ابتدائے اسلام میں اپنایا، بس صبر کریں، خاموشی سے دعوت وتبلیغ میں لگے رہیں، اپنے ایمان پر پہاڑ کی طرح قائم رہیں، لوگوں سے شرعی حدود میں رہ کر حسن سلوک کریں، اپنے ہوں یا غیر، لوگوں کے سامنے اسلام کی سچی شبیہ پیش کریں، پھر دیکھیں، کس طرح سے شب دیجور سے صبح منور کی کرن پھوٹے گی، کس طرح سے ہندوستان میں اسلام کا غلبہ ہوگا،

مگر اس کیلیے ہمیں اسلامیان مکہ کی طرح بننا پڑے گا، ایمان میں مضبوط،عمل میں چاک وچوبند،اخلاص میں مکمل کامل،دھن کا پکا، دین کا مبلغ، یہ سب اوصاف ہم میں پیدا ہو جائیں تو وہ دن دور نہیں جب ایک بار پھر سے ہندوستان میں ہم صاحب حیثیت وکرامت ہوں گے۔

خود کی اصلاح کریں : سماج کی اصلاح سے پہلے خود کی اصلاح ضروری ہے، قرآن شاہد ہے قوا انفسکم و اھلیکم نارا(تحریم:) پہلے خود کی پھر اپنے گھر والوں کی پھر دیگر لوگوں کی اصلاح کرو، یہی قرآن کا حکم ہے۔

آج اگر ہم خود صحیح ہو جائیں، سچے پکے مسلمان بن جائیں تو دنیا خود ہمارا احترام کرے گی، ہمارے سامنے عالمی طاقتیں مسخر ہو جائیں گی، سب ہمیں عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

حضرت بایزید کے زمانے میں ایک فاسق و فاجر مسلمان رہتا تھا، ایک دن اس نے کسی غیر مسلم سے کہا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے، اس غیر مسلم نے کہا : کون سا مسلمان ،تمہارے جیسا یا بایزید جیسا ؟ اگر تم اپنے جیسا مسلمان ہونے کو کہہ رہے ہو تو اس سے بہتر تو ہمارا ہی دین ہے، اگر تم بایزید والا مسلمان بننے کو کہہ رہے تو ان کا دین اتنا اونچا ہے کہ میری وہاں تک رسائی نہیں۔

محترم قارئین !اس واقعہ پر غور فرمائیں، آج ہم خود صحیح نہیں تو اوروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہیں، پہلے خود سچا مسلمان بنیں پھر اوروں کو اسلام کی دعوت دیں۔

وسائل کا صحیح استعمال کریں : آج کے اس ترقی یافتہ دور کی بات ہی نرالی ہے، پوری دنیا جدید ٹیکنالوجی اور وسائل اعلام کی وجہ سے ایک گاؤں کی شکل اختیار کر چکی ہے، نت نئے ایجادات نے زندگی کو بہت آسان کر دیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم وسائل کا صحیح استعمال کریں، انہیں برائی کے بجائے اچھائی میں استعمال کریں، کمپیوٹر ہے، انٹرنیٹ ہے، موبائل ہے ان ایجادات کا صحیح استعمال کریں، ان سے دین کی تبلیغ اور اسلامی فکر کی ترسیل کا کام لیں، پھر دیکھیں کہ کس طرح دنیا آپ کی مٹھی میں ہوگی۔

آج ۹۰ رفیصد مسلمان ان وسائل کا استعمال غلط کاموں میں کرتے ہیں، کاش ہم ان امور کو دین کی تبلیغ، خود کی اصلاح، معلومات کی حصولیابی، اور اسلام کی سچائیوں کو عام کرنے کے لیے بروے کار لاتے تو آج دنیا کی حالت کچھ اور ہوتی۔

بہر حال یہ چند سطریں ہیں جو ایک دردمند دل کی آواز ہیں ان پر غور فرمائیں، اپنے اندر تبدیلی لائیں، اپنی خفتہ روح کو پھر سے جگائیں، اپنے صبر کو بیدار کریں، خواب غفلت سے اٹھیں، میدان عمل میں آئیں، اپنی ذات سے دنیا میں اجالا پھیلائیں، یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

☆☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۵۶ کا)

آپ کی ہر تحریر سرمایۂ افتخار ہے مگر آپ کی مشہور زمانہ تفسیر ''خزائن العرفان'' کو امتیازی مقام حاصل ہے۔جس کی بنیاد پر آپ کا مبارک نام اور کام صبح قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گا۔درس وتدریس اور دیگر مصروفیات سے فراغت کے بعد ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے دینی، ملی اور فقہی سوالات کے جوابات بھی آپ تحریر فرماتے۔آپ کے فتاویٰ انتہائی مدلل ومبرہن ہوتے تھے۔سوالات کے ضمن میں جس قدر بھی حوالہ جات کی ضرورت ہوتی مع عبارت حوالے تحریر فرماتے۔مسائل اور اقوال فقہا ومحدثین نیز عربی عبارتوں کا آپ کو اس قدر استحضار تھا کہ آپ کو بار بار کتابوں کی ورق گردانی نہیں کرنی پڑتی تھی۔آپ کے فتاویٰ انتہائی جامع ہوتے تھے۔بعض فتاوے تو اس قدر تفصیلی ہیں کہ بجائے خود ایک رسالہ یا کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حافظ ملت اور اصلاحِ افکار و اعمال

از : مولانا افتیاض احمد مصباحی شراوستی (ضلع جنرل سکریٹری ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ بلرامپور، اتر پردیش)

جلالت العلم ، استاذ العلماء ، حافظِ ملت، حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کی ذاتِ اعلیٰ صفات علم وحکمت، دین ودانش، رشد وہدایت اور فکر وعمل کی پیکرِ جمیل تھی۔ علم وعمل، زہد وتقویٰ، تعلیم وتربیت اور اصلاحِ افکار و اعمال آپ کی پُروقار شخصیت کے لازمی اجزا ہیں۔ جہدِ مسلسل، عملِ پیہم، دینی درد، ملّی بقا، شخصیت وکردار سازی ، اصلاحِ معاشرہ، پاکیزہ افکار واعمال کی تبلیغ واشاعت آپ کی ہشت پہلو فکر وشخصیت کے نہایت شگفتہ اور دل آویز پہلو ہیں۔ آپ نے پوری زندگی درس وتدریس، تعلیم وتربیت، تصنیف و تالیف اور وعظ وارشاد میں گذاری۔ حافظ ملّت علیہ الرحمہ ماضی قریب کے علمائے اسلام میں اپنے علم وتقویٰ، فکر وتدبّر، بصیرت و دانائی اور مقامِ رشد وہدایت کے لحاظ سے ایک جیّد عالم دین، بے مثال صوفی اور باکمال مصلح وداعی کی حیثیت سے بہت منفرد اور ممتاز تھے۔ مبدا فیّاض نے آپ کو مجموعہء محاسن وکمالات بنا کر امّتِ مسلمہ کی ہدایت وقیادت کے لیے بھیجا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ تادمِ حیات نیابتِ انبیاء علیہم السلام کا زرّیں تاج اپنے سر پر سجائے نہایت بصیرت وہوشمندی اور کمالِ اخلاص کے ساتھ دین ودانش کی گراں قدر خدمات انجام دیتے رہے اور دعوت وتبلیغ کے کارواں کو منزل سے ہم کنار کرتے رہے۔ آپ بلا شبہہ اپنے تلامذہ ومریدین اور دیگر افرادِ ملّت کی پُرسوز اصلاح وتربیت کرنے والے ایک باوقار مبلّغ ومصلح اور قابلِ رشک معلّمِ اخلاق تھے۔ آپ نے اپنی اصلاحی کاوشوں سے بیشمار گم گشتگانِ راہ کو جادہء مستقیم پر گامزن فرمایا اور اپنے مصلحانہ افکار وکردار سے ان گنت افراد کے سینوں میں قندیلِ ہدایت روشن کر کے ان کے ظاہر وباطن کو منور وتابناک کیا۔

دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ امّت آپ کی دبستانِ حیات کا ایک مستقل باب اور نہایت زرّیں عنوان ہے، آپ کی حیات کے اس درخشاں باب نے انفس وآفاق کی اندھیری دنیا میں جو اجالا پھیلا ہے، اس کا عملی مشاہدہ کرنے والے آج بھی ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ کی ہمہ جہت دینی، ملّی، علمی، تحریری، تعمیری اور تبلیغی خدمات کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ آپ کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ دین و مذہب کی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے لیے وقف تھا۔ اصلاحِ افکار واعمال کے لحاظ سے آپ ایک عہد ساز اور انقلاب آفریں شخصیت کے مالک تھے، جس کے بیشمار تاریخی شواہد موجود ہیں۔ آپ کی ملّی خدمات کی تابندہ مثال "الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور" ہے، جو گذشتہ نصف صدی کے زائد عرصے سے علم ودانش اور مذہب و ملت کی ترویج واشاعت میں سرگرم عمل ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تعلیمی وتبلیغی مساعی اور اصلاح افکار واعمال سے متعلق ان کی فکری وعملی کاوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے مفکر اسلام، علامہ قمر الزماں خاں اعظمی دام ظلہ لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا قدس سرہ نے جس شریعتِ اسلامی کی تجدید فرمائی، حافظ ملّت نے اسے عمل کے سانچے میں ڈھال دیا۔ اگر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ملّی درد یک جا متشکل ہوں تو انھیں حافظ ملّت کہنا غلط نہ ہوگا۔ اگر آپ ہندوستان کے دینی ماحول کا جائزہ لیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ حافظ ملّت کی ذات وہ ذات تھی جس نے ہندوستان بھر کے دلوں کی سرزمین کو زندگی بخشی۔ حافظ ملت ، ملت اسلامیہ کے ایک عظیم معمار تھے ، جنھوں نے کم وبیش نصف صدی تک اسلامیانِ ہند کو باطل کے مسلسل حملوں سے بچائے رکھا اور وصال سے قبل ملت کے ارد گرد ایک ایسا حصار قائم کر گئے جو رہتی دنیا تک ناقابلِ شکست رہے گا۔ قوم کو تعمیری راہ پر لگانے کے لیے زبان وقلم کی توانائیاں صرف کیں اور اس کے اندر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کرنے کے لیے جسمانی مشقّتیں جھیلیں۔ طلبہ کے اندر زہد و تقویٰ پیدا کرنے کے لیے آپ اپنی فطرت سلیمہ کے مطابق ہمیشہ پابندِ شریعت وسنت رہے۔ لوگ آدابِ شریعت کتابوں

میں پڑھ کر جانتے ہیں، مگر حضور حافظ ملت کی حیاتِ مقدس دیکھ کر لوگ شریعت کے قوانین و آداب سیکھتے تھے"۔ (حافظ ملت نمبر: ص:۳۳۴)

☆ دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ افکار و اعمال کے تین اہم ذرائع ہیں: (۱) درس وتدریس (۲) تصنیف وتالیف (۳) وعظ وتقریر۔

ہر انسان کو بہ یک وقت یہ تینوں دولت میسر نہیں ہوتی، مگر قدرت کی فیاضیوں نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کو بیک وقت تینوں اوصاف سے متصف فرمایا تھا۔ آپ تختِ درس و تدریس کے بے تاج بادشاہ تھے اور میدانِ تصنیف وتالیف کے شہسوار ہونے کے ساتھ وعظ وتقریر کے رمز آشنا خطیب و مبلغ بھی تھے۔ آپ نے اپنی کانٹوں بھری دعوتی و تبلیغی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد ان تینوں ہتھیاروں سے کام لیا اور فتح ونصرت کے پرچم لہرائے۔ آپ کے تدریسی افادات اور کتب رسائل کی شکل میں تحریری کاوشیں تو محفوظ رہیں، لیکن آپ کے گراں قدر خطبات وتقاریر طاقِ نسیاں کے حوالے ہوگئیں۔

اصلاحِ افکار و اعمال کے حوالے سے آپ کی گراں تعلیمات آج بھی ہم سب کے لیے مشعلِ راہ اور نمونۂ عمل ہیں۔ آپ زندگی کے آخری ایام تک فکری و عملی اعتبار سے دعوت وتبلیغ کے لیے کوشاں رہے اور اصلاحِ معاشرہ کا مقدس فریضہ انجام دیتے رہے۔۔

چند اقتباسات ملاحظہ کریں اور اصلاحِ افکار و اعمال کے تئیں آپ کے قلبی احساسات اور مچلتے جذبات کا اندازہ لگائیں۔ دینی تڑپ، ملی درد اور قوم کی دینی واخروی فلاح و بہبود کا اس سے بہتر جذبہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے امت مسلمہ کو سب سے پہلے اخلاص وللّٰہیت اور حسنِ نیّت کے ساتھ مضبوط ایمان اور پختہ عقیدہ اپنانے کی تعلیم دی ہے۔ اس کے بعد نورِ ایمان، معیارِ اسلام، حسن اخلاق، تقویٰ و پارسائی، خشیّت الٰہی، خوفِ خداوندی، اعمالِ حسنہ اور اجتناب عن المعصیت کی تلقین فرمائی ہے۔ یہاں ہر ایک پر روشنی ڈالنا ممکن نہیں، اس لیے چند اقتباس پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

(الف) تمام افعال و اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ جیسی نیت ویسا ہی عمل۔ نیک نیتی سے عمل مقبول ہے، باعث اجر و ثواب ہے۔ بد نیتی سے عمل مردود ہے، موجب عذاب وعتاب ہے۔ قول ہو یا فعل، اخذ ہو یا ترک، از قبیل عبادات ہو یا معاملات، کسی عمل پر بھی اجر وثواب کا حصول، حسن نیت پر موقوف ہے۔ اصول دین میں یہ اصلِ عظیم "اصل الاصول" ہے (معارف حدیث؛ ص ۵)

دین و دنیا کی سعادت اور دارین کی فلاح و بہبود اس بات پر موقوف ہے کہ بندہ پہلے اپنے دل میں ایمان و اسلام کو راسخ کر لے اور دل کے آئینے کو نور ایمان سے منور و مجلّٰی کر لے۔ اس حوالے سے حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(ب) نور ایمان سے جب مومن کا دل جگمگا اٹھتا ہے تو اس کا پاکیزہ اثر روحانیت پر اس درجہ پڑتا ہے کہ روح مرتبۂ کمال پر پہنچ جاتی ہے۔ حیوانیت دور اور لوازم بہیمیت کافور ہو جاتے ہیں۔ اس وقت انسان اخلاق حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ ہو کر "انسان کامل" ہو جاتا ہے۔ خداوند قدوس کی طاعت وعبادت میں خوب لذت پاتا ہے اور پیکر اخلاص بن جاتا ہے۔ (ایضاً؛ص:۸)

☆ معیارِ ایمان اور تکمیلِ ایمان کیا ہے؟ حافظ ملت کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

(ج) ہر چھوٹے بڑے، اپنے پرائے، حتی کہ اپنی جان و مال، عزت و آبرو ہر شے سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، تکمیلِ ایمان کے لیے ضروری ہے۔ ادائے حقوقِ مصطفیٰ میں جب کوئی طاقت، کوئی بھی قوت سامنے آئے تو اسے پاش پاش کر دیا جائے۔ (ایضاً؛ص:۱۵)

☆ بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے چلنے اور قومِ خفتہ کو بیدار کرتے ہوئے اسے اس کا مقصدِ زندگی بتاتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں:

(د) انسان کا مقصود صرف ذاتِ الٰہی اور خوشنودی ربانی ہے۔ انسانی زندگی اور زندگی کے تمام مراحل و منازل اسی لیے ہیں کہ وہ اپنے مالک و مولیٰ تعالیٰ کی طلب میں کوشاں اور اس کی مرضی کا جویاں رہے۔ مسلمان خدا سے ڈریں، صرف خدا سے ڈریں، خدا کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ غیرت الٰہی کو یہ ہرگز گوارہ نہیں کہ اس کا بندہ ہو کر، اس کا پرستار ہو کر، وہ اس کے سوا کسی اور سے ڈرے۔ جب سے مسلمانوں نے خدا سے ڈرنا چھوڑا، ساری دنیا سے خوف زدہ ہیں۔ (ایضاً؛ص:۵۳)

اجتناب عن المعصیت "، طاعات وعبادات سے بڑھ کر ہے۔ نیک اعمال و افعال کی انجام دہی کے ساتھ گناہوں کا ارتکاب، موجبِ ہلاکت اور بدبختی کی علامت ہے۔ اجتناب عن المعصیت، ہر قسم کی اخلاقی اور روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ اس حوالے سے قوم مسلم کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوتے آپ رقم طراز ہیں:

(ہ) عبادتِ الٰہی بڑی چیز ہے۔ فلاحِ دارین اور عزت کونین کا باعث ہے۔ خوشنودیِ خداوندی ورضائے مولیٰ کا سبب ہے۔ بڑی نعمت، بڑی دولت ہے۔ اس کے فوائد گنتی وشمار سے باہر ہیں۔ لیکن عبادت سے بھی اہم فرض "اجتناب عن المعصیت " ہے۔ خداوند قدوس کی نافرمانی سے بچنا عبادت پر مقدم ہے۔ (معارفِ حدیث؛ص:۹۰)

دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت ہر قسم کی برائیوں کی جڑ ہے۔ فنا ہو جانے والی چیزوں سے دل لگانا حماقت اور بیوقوفی ہے۔ آج لوگوں نے دنیاوی زندگی اور اس کی آرائش و زیبائش کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے، جو بہت بڑی غلطی ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی اصل زندگی، اخروی زندگی ہے۔ دنیا کی نیکی آخرت میں کام آئے گی۔ اس حقیقت سے امت مسلمہ کو متنبہ کرتے ہوئے بڑے مصلحانہ انداز میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

(و) عزیزو! دنیا فانی ہے، ناپائے دار ہے۔ آخرت باقی ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ دنیا کی زندگی بے ثبات ہے، ختم ہونے والی ہے۔ آخرت کی زندگی جاودانی ہے۔ دنیا میں انسان آخرت کے لیے آیا ہے۔ اس جاودانی زندگی کا سامنا کرنا ہے۔ اسی لیے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الدنیا مزرعۃ الآخرہ "دنیا، آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں کی نیکی وہاں کام آئے گی۔ آخرت کی منزل کٹھن ہے۔ (ایضاً؛ص:۵۶)

مندرجہ بالا تحریروں سے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ملی ہمدردی؛ قومی خیر خواہی اور اصلاح افکار واعمال کے حوالے سے ان کا فکری اضطراب روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ آج آپ کی اس حیات بخش تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک عمل کی توفیق بخشے، آمین۔

(بقیہ صفحہ ۶۱ کا)

اسلام کیا ہے؟:۔

(۱) اسلام وہ پاکیزہ، ستھرا اور مہذب مذہب ہے۔ جو امن وشانتی کا پیغام دیتا ہے۔ (۲) اسلام وہ منزہ مذہب ہے جس کے قوانین وضوابط پر عمل کر کے عورتیں اپنی عزت وآبرو نیلام ہونے سے بچا سکتی ہیں۔ (۳) اسلام وہ صحیح ودرست مذہب ہے جس کے تمامی قوانین اور تمدنی ضوابط پر عمل کر کے عورتیں اپنی عزت وآبرو کو خواہشوں کی اتباع کرنے والے بد تہذیبوں اور ظالم وجابر افراد کے ظلم وجبر سے اپنے آپ کو محفوظ و مامون کر سکتی ہیں اور تمام برائیوں اور فتنے وفسادات سے بچ سکتی ہیں۔ (۴) اسلام وہ بہترین و پسندیدہ دین ہے۔ جس کے بارے میں خالق کائنات جلا وعلا نے قرآن مقدس کی شمع فروزاں کر کے ارشاد فرمادیا "ان الدین عند الله الاسلام" (یعنی تمام دینوں میں پسندیدہ دین، دین اسلام ہے)۔ (۵) اسلام ہی وہ سچا مذہب ہے جس نے حق والوں کا حق ادا کر دیا ہے۔ ہر چیز کو ایک خاص مقام دیا ہے اور عورتوں کو بہت ہی اہم مقام دیا ہے۔ عورتوں کو پردہ کا حکم دیا ہے۔ جس سے امن وسلامتی قائم ہو سکتی ہے اور فتنے وفساد ختم ہو سکتے ہیں۔

غرض! یہ کہ اس سلسلہ میں اسلام نے لوگوں کے اخلاقی، اور مسلمانوں کے تمدنی حالات زندگی کا خاص طور سے پاس ولحاظ رکھا ہے۔ یعنی اسلام سے پہلے دنیا کی تمدنی حالت کیا تھی؟ اسلام نے کیا سبق دیا؟ لوگوں کو ان کی زندگی گزارنے کا کیسا نمونہ پیش کیا؟ مسلمانوں نے خود کہاں سے کہاں تک اس کی تعلیم پر عمل کیا؟ اور دوسروں کے ساتھ کہاں تک اس کو برتا؟ دنیا والوں پر اس کے اثرات کیا پڑے؟ اور انسانیت کو اس سے کیا فوائد پہو نچے؟۔ خصوصاً عورتوں کو اس سے کیا فائدہ پہو نچا؟ انسانی تہذیب وتمدن کا قدم کہاں سے کہاں تک پہو نچا؟۔

یہ باتیں ہر ان ارباب عمل ودانش اور ہر عقل وشعور رکھنے والے، قدیم وجدید تواریخ کا مطالعہ کرنے والے انسانوں پر روز روشن کی طرح عیاں، اظہر من الشمس اور اجلیٰ من القمر ہے، وضاحت کی ضرورت درکار نہیں یعنی "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے"۔ (جاری)

قادیانی فتنہ! اسلام کے خلاف صہیونی سازش

غلام مصطفٰی رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

(7ستمبر 1974ء کو علماے کرام کی کوششوں سے قادیانی فرقہ کو غیر مسلم قرار دیا گیا؛ اس لیے 7 ستمبر کو تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے اہم دن کی حیثیت سے منایا جاتا ہے)

قادیانی تحریک اسلام مخالف قوتوں کی منظّم سازش کا عملی نمونہ ہے۔ جس نے عقائد اسلامی کی فصیل میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کی جرات کی۔ اس فرقے اور فتنے سے امت مسلمہ کے ہر فرد کا باخبر ہونا ضروری ہے تا کہ ان کے فتنہ وشر سے عقیدہ وایمان محفوظ رہ سکے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سب سے نمایاں کردار علما اور مسلمانوں نے ادا کیا۔ انگریز کو اس سے مسلمانوں کی ایمانی تپش اور حمیت کا اندازا ہو گیا، انھیں محسوس ہوا کہ جب تک مسلمان متحد رہیں گے ان کا اقتدار خطرے میں رہے گا۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں انتشار وافتراق کو پروان چڑھایا، انھیں ملت کی آستینوں میں ایسے افراد مل گئے جو ان کے مشن کو فروغ دینے کا سبب بنے۔ متعدد فرقے انگریزوں کی کوششوں سے وجود پائے جن میں ایک نمایاں فرقہ قادیانی ہے، جس کے بانی کذاب مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں انگریز کے زیر اثر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا؛ حالاں کہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور رحمت عالم سرور کونین ﷺ آخری نبی ہیں اور خاتم النبیین۔ اس پر نص قطعی اور احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے مدعیِ نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی اور اس سے جہاد فرمایا اور جاں فروشی کی مثال قائم کر کے اُمتِ مسلمہ کو درس دے دیا کہ ناموس رسالت مآب ﷺ کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا جائے اور کسی کذاب یا قادیانی کو پنپنے نہ دیا جائے؛ گویا اسوہ صدیقی ہر جھوٹے مدعی نبوت کی سرکوبی کے لیے رہنما اور رہبر ہے۔ انگریز نے قادیانیت کو ہر ممکن مدد فراہم کی اور آج بھی اس فتنے کو انگریز کی مکمل سرپرستی حاصل ہے۔ یہ پوری دنیا میں مال وزر کی بنیاد پر سرگرم ہیں، اور اپنے مکر وفریب کے ذریعے ایمان کی دولت قلبِ مسلم سے چھین لینا چاہتے ہیں۔

قادیانیت برطانوی حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہی ہے۔ انھیں سٹیلائیٹ کی قوت مہیا کر دی گئی ہے اور ان کا ٹیلی ویژن گھنٹے اپنے جھوٹے عقائد کی تشہیر کر رہا ہے، یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کے تو خون کے پیاسے ہیں لیکن اسرائیل میں قادیانیوں کو ہر طرح تبلیغ کی چھوٹ دے رکھے ہیں؛ اسی طرح روس میں جہاں کمیونزم کے نام پر مذہب کو پابند سلاسل کر دیا گیا تھا وہاں قادیانیت مستحکم ہے؛ اور یہی کچھ سہولتیں جرمنی و فرانس اور دوسرے خطوں نیز مغربی ملکوں میں انھیں مہیا ہیں۔

جب اس فتنے نے سر اٹھایا تو علما نے اس کے سد باب میں کمر کس لی اور تصنیف و تالیف وتقریر وتحریر کے ذریعے قادیانیت کا ردِ بلیغ فرمایا۔ اس سلسلے میں علمائے حرمین طیبین نے امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کی تحریک پر قادیانی ودیگر فرق ہائے باطلہ کے کفر کا فتویٰ صادر کیا جو ۱۳۲۴ھ میں جاری ہوا اور حسام الحرمین کے نام سے اس کی اشاعت ہوئی۔ اسی طرح امام احمد رضا نے اس فتنے کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں جو مطبوع ہیں اور آج بھی قادیانی ان سے لرزاں وپریشاں ہیں؛ اسی طرح بریلی سے ایک مستقل ماہ نامہ بھی جاری فرمایا، کتابوں کے نام اس طرح ہیں: "**جزاء اللّٰہ عدوہ بابائه ختم النبوة، المبین ختم النبیین، السوء والعقاب علی المسیح الکذاب، الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی، قهرالدیان علی مرتد بقادیان**"۔ آپ کے فرزندِ اکبر علامہ حامد رضا خان قادری نے الصارم الربانی علی اسراف القادیانی تصنیف کی؛ جو ۱۳۱۵ھ میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے اور بعد کو بریلی، لاہور وممبئ سے شائع ہوئی۔ اس دور کے دوسرے علما ومشائخ نے بھی اس فتنے کو طشت از بام کرنے میں جدوجہد کی جن میں حضرت پیر مہر علی شاہ (گولڑہ شریف) کا نام بڑا نمایاں ہے۔

عالمی مبلغ اسلام تلمیذ اعلیٰ حضرت؛ علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں پوری دنیا کا دورہ فرمایا۔ آپ نے افریقہ، سیلون، یورپ، انڈونیشیا، ملائیشیا، برما، اور بلاد عربیہ میں قادیانیت کے خلاف کام کیا اور مسلمانوں کو ان کے فریب سے آگاہ کیا۔ قادیانیت کے رد میں آپ کی انگریزی تصنیف The Mirrior بیرون ممالک بہت مقبول ہوئی؛ اس کا عربی میں المرآۃ کے نام سے ترجمہ ہوا اسی طرح اردو میں مرزائی حقیقت کا اظہار تحریر فرمائی، جس کا ملائیشیا کی زبان میں جب ترجمہ شائع ہوا تو وہاں کے مسلمانوں میں تحریک اٹھی اور وہاں قادیانیت کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ علمائے اہل سنّت کی کوششوں سے ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا جس کے لیے باضابطہ بل منظور کیا گیا اور آئین کا حصہ بنادیا گیا، جس کا خلاصہ اس طرح ہے: جو شخص محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔ (ماہ نامہ ضیائے حرم لاہور، دسمبر، ص: ۳۵۔۳۶)

قادیانی تحریک کے سد باب میں اعلیٰ حضرت کے محبّ پروفیسر الیاس برنی (پروفیسر معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) کی تصنیف قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ نے اہم کردار ادا کیا اس تصنیف نے عالمی شہرت پائی، اس کی جامعیت کی پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی نے بھی داد دی۔ نیز آپ نے انگریزی میں بھی اس موضوع پر وقیع کام کیا جس کے اثرات اب بھی پائے جاتے ہیں۔

عصر حاضر میں جب کہ اسلام پر کئی طرح کے حملے کیے جا رہے ہیں۔ کہیں ناموسِ رسالت پر حملہ ہے تو کہیں مستشرقین کی تنقیدی سرگرمیاں اور سیرت طیبہ پر اعتراض و گستاخی، اور اسلامی قوانین پر اعتراض، ایسے حالات میں قادیانیت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے انھیں اسلام مخالف قوتیں تعاون فراہم کر رہی ہیں اور مادی و جدید ٹکنالوجی کے سہارے قادیانی فتنہ مسلمانوں کی تباہی کے درپے ہے ایسے میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کی نشر و اشاعت کریں اور ہر مسلمان کو اس عقیدے کی اہمیت سے باخبر کریں۔ اس پر کتابوں کو مختلف زبانوں میں شائع کریں، اخبارات بھی اپنا کردار نبھائیں اور قادیانیت کے رد میں ذہن سازی کر کے اُمتِ مسلمہ کے ایمان و ایقان کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دیں۔ ابھی ہم اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ فتنہ ہمارے دروازے پر دستک نہیں دے رہا، یہ ہماری بھول اور بے خبری ہے۔ یہ بیدار ہونے کا وقت ہے؎

سونا جنگل، رات اندھیری، چھائی بدلی، کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو! چوروں کی رکھوالی ہے

قادیانی نئی نئی فتوحات کے پرفریب منصوبے تشکیل دے رہے ہیں اور بالخصوص برصغیر ان کے نشانے پر ہے، یہاں کی غریب مسلم آبادیوں کا ایمان وہ مادی اور مالی آسائشوں سے خریدنا چاہتے ہیں، سماجی و فلاحی کاموں کی آڑ میں اپنا دائرہ پھیلانا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انھیں در پردہ فرقہ پرست تنظیموں کی حمایت بھی حاصل ہے؛ امریکہ نواز حکومتیں ان کی معاون ہیں؛ تو کیا ہماری ذمہ داری نہیں کہ ہم بیدار ہو کر قادیانیت کا رد اور سد باب کریں؟ راقم کے خیال میں اس کے سد باب کا کامیاب لائحہ عمل یہی ہوگا کہ آقا رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کا موضوع سرفہرست رکھ کر اس کی اشاعت و تبلیغ کی جائے اور یہ ایمانی تقاضا بھی ہے؛ اس سلسلے میں امام احمد رضا کی جو تصانیف و رسائل ہیں ان کو گھر گھر عام کر دیا جائے، انھیں تسہیل و تخریج کے مرحلے سے گزار کر منظر عام پر لایا جائے۔ اس طرح کا علمی کام ایمان افروز بھی ہوگا اور وقت کا تقاضا بھی۔ امید کہ اصحاب بصیرت اس سلسلے میں کوئی موثر اور فوری اقدام کریں گے؎

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی

اختلاف صحابہ اور ہمارا کردار

مولانا محمد ساجد احمد الجامعۃ الاسماعیلیہ مسولی شریف بارہ بنکی

صحابی:۔ اس بات کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے سرکار دو عالم ﷺ کو آپ کی حیاتِ ظاہری میں ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں وفات پائی وہ صحابی ہے۔

خلوص صحابہ:۔ یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمائی تو تمام عزیز و اقارب اور دیگر اہل مکّہ آپ کے مخالف ہو گئے اور مسلسل تبلیغ و اظہار معجزات کے باوجود چھ سال کی طویل مدت میں مسلمانوں کی تعداد چالیس بھی نہ پہنچ سکی۔

چھ سال کے بعد مسلمانوں کی جمعیت میں جب قدرے اضافہ ہوا تو علی الاعلان دعوت اسلام عام کی جانے لگی جس کی وجہ سے کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچانا شروع کیا۔ بالآخر آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور وہاں چند ہی عرصہ میں اسلام نے اس قدر ترقی کی کہ مسلمانوں کی تعداد لاکھ سے تجاوز کر گئی اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس مقام پر ایک بات قابل غور ہے کہ جن نفوس قدسیہ نے ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کیا اور اس کی محافظت میں سخت ترین تکالیف و مصائب کا سامنا کیا، ان کے اس قبول اسلام کا سبب کیا تھا؟ رضائے الٰہی یا حصول منفعت دنیا کے لئے؟ ثانیاً تو بداہۃً باطل ہے کیوں کہ یہ بات کس کو معلوم تھی کہ آگے چل کر محمد عربی ﷺ اتنی عظیم الشان کامیابی حاصل کریں گے، قیصر و کسریٰ کے تاج ان کے قدموں میں ہوں گے۔ اب امر اول از خود ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مقصد فقط رضائے رب العٰلمین تھی جس کی خاطر جتنی بھی اذیتیں اٹھا سکتے تھے اٹھائیں۔

یہ عالم تھا عام صحابہ کے خلوص، استقامت فی الدین اور ثابت قدمی کا، تو اخص صحابہ کا عالم کیا ہوگا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

سب صحابہ کی حرمت:۔ بھلا اس خاک دان گیتی پر کون ہوگا جو سب و شتم کو اچھا جانتا ہو، خوب صورت زیور تصور کرتا ہو، سوائے اس کے کہ لوگ برا ہی جانتے ہوں، اب رہا مسئلہ اصحاب النبی ﷺ کے تقدسات کو پامال کرنے کا، ان کی عظمت سے کھیلنا اپنا معیار سمجھنے کا، سب و شتم کرنے کا، تو سنو! آپ اگر مسلمان ہیں تو آپ کے لیے نظام اسلام کے ذریعہ دیے گئے جو ضابطے اور قوانین ہیں انھیں تسلیم کرنا پڑیگا، جب کسی مسئلہ میں آپ کو صحیح اور غلط کی تمیز از روے شرع نہ ہو سکے تو پوچھو ان سے جو مسلک و مذہب کی ضمانت ہیں۔ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا فرمان عالی شان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: **"لا تسبوا اصحابی لا تسبوا اصحابی"** (۱) / ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں **"من سب اصحابی فعلیه لعنة اللّٰه والملٰئکة و الناس اجمعین لا یقبل منه صدق و لا عدلٌ"** (۲) اب اس حوالے سے فقہاے اسلام کا حکم سنیے!

محرر مذہب شافعیہ امام نوی لکھتے ہیں: **"اعلم ان سب الصحابة حرامٌ من فواحش المحرمات ملابس الفتن منهم"** وغیرہ۔(۳) **"لا یحل لاحدٍ ان یسب احداً من الصحابة جمیعهم الصغاری منهم و الکباری من شهد منهم الوقائع ومن لم یشهد۔المتقدم منهم والمتأخرکلهم سواء فی عدم جواز التعرض لی جنابهم اوالتنقص"** (۴) امام شانی فرماتے ہیں **"من قال انه کانو علی الدلالت و کفر فانه یقتل"** (۵) امام سحنون فرماتے ہیں **"فیمن قال ذٰلك فی الخلفاء الاربعة ویکل فی غیرهم و عنه ایضاً انه یقتل فی الجمیع کقول ملك"** (۶) امام خطابی بیان فرماتے ہیں **"و ان من سب بغیر ذالك فان سبهم بما

یوجب الحد کلقذف حد للقذف ثم ینکل التنکل الشدید بالاھانة وطول السجن" (۷) فتاویٰ ہندیہ میں "الروافضی اذا کان به الشخین و یلعنھما و العیاذ باللّٰه فھو کافر "(۸).

ان تمام نصوص مذاہب اربعہ سے جمہور فقہائے احناف و مالکیہ کے مذہب پر ''سب صحابہ کی تکفیر کی جائے گی'' کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔

''فضائل و مناقب''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں بہت سی احادیث طیبہ منورہ کا ورود بزبانی محمد عربی ﷺ منقول ہے جس میں اختصاراً چند نصوص آپ کی طبع ناز کو پیش خدمت ہے۔

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت مقدسہ ''الذین ینفقون اموالھم باللیل و النھار سواء علانیة'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔

(۲) حضرت زر بن جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم سے محبت صرف مومن کرے گا اور بغض منافق کرے گا۔

(۳) حضرت ام عطیہ رضی المولیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کافی دیر تک سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ میں نے علی سے سرگوشی میں کلام نہیں کیا یہ اللہ نے کلام کیا تھا۔

(۴) حضرت عمران بن حصین بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے اور میں علی سے ،وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔

(۵) حضرت عبد الرحمٰن بن ابی یعلیٰ نے روایت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ اس کا علی مولیٰ۔

(۶) مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس سے نفرت فرما جو علی سے بغض رکھے۔

(۷) ابن ظالم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن نفیل کے آکر کہا کہ میں جتنی محبت علی سے کرتا ہوں کسی اور سے اتنی محبت نہیں کرنا انھوں نے کہا تم ایک جنتی شخص سے محبت کرتے ہو۔

(۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کی بشارت دی۔

(۹) حضرت عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ حضرت علی نے آکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(۱۰) حضرت علی بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنین کریمین کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت اور ان کے ماں اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔(۹)

''فضائل و مناقب''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱) حضرت عبد الرحمٰن بیان فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا ''اے اللہ! ان کو ہدایت دے۔

(۲) حضرت امام ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے بارے میں دعا فرمائی ''اے اللہ اس کو کتاب کا علم عطا کر، اس کو شہروں پر فتح یاب فرما اور اس کو عذاب سے بچا۔

(۳) مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

(۴) حضرت عبد اللہ بن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! معاویہ کو سلام کہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کریں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اسکی وحی پر امین ہے۔

(۵) مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ کو بایں الفاظ "اللہ تم کو اپنے نبی کی طرف سے جزائے خیر دے"، "اے اللہ اس کو ہدایت دے، برے کاموں سے دور رکھ اور اس کی اگلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما"

(۶) حضرت عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ حضرت واثلہ اسقع سے مروی ہے کہ امین ۳ رہیں۔ا۔ جبرئیل۔۲۔ میں "،" سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" اور ۳۔ معاویہ

(۷) حضرت عبداللہ بن بسر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میرے لئے بلاؤ! ان کو بلایا گیا جب ان کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے معاملات ان پر پیش کرو! اور اس کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ کیونکہ یہ قوی اور امین ہے۔

(۸) حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے بعد میرے امت پر حکمراں ہوگے جب وہ وقت آئے تو ان میں نیکوں کو قبول کرنا اور بروں کو درگزر کرنا

(۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین سے واپسی کے بعد فرمایا کہ معاویہ کی حکومت کو پسند نہ کرو! (۱۰)

خلاصہ:۔ ان تمام نصوص سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہادی، مہدی، اور سبب ہدایت، عالم کتاب وحساب، کاتب وحی، غالب وفاتح محارب ومصاحب، محفوظ عن الخطا الذی اخذ بہ، محفوظ از عذاب، منصف، فارق بین الحق والباطل، حاکم اسلام، امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین جیسے عہدۂ مبارکہ اور اوصاف حمیدہ مطہرہ سے متصف تھے۔

علی ومعاویہ کے درمیان اتصال

امام ابن عساکر روایت نقل فرماتے ہیں:۔"**افـــي علـى تقولين......فكان كاسد الحاذر، والربيع النائر و الفرات الذاخر و القمر الظاهر، فاما الاسد فاشبه علـى مـنـه صرامته و مضاؤ واما الربيع فاشبه على منه حسنـه و بهائـه، واما الفرأت فاشبه على منه طيبه و سخائه، فما تعظمطت عليه فما قم العرب الشاذة ......وعلى من هامات قريش ذواتبها وسنام قائم عليه و على علامتها في شامخ**"(۱۱)

اس روایت کی تنقیح کرتے ہوئے علامہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ رقمطراز ہوتے ہیں "حضرت عقیل کے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قریبی ساتھی تھے اور دوسری طرف زیاد بن ابی سفیان حضرت علی کے قریبی تھے اور آپ نے انہیں ایران وخراسان کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ ایک بار حضرت معاویہ کے پاس آپ بیٹھے تھے تو حضرت معاویہ نے جی کھول کر حضرت علی کی تعریف کی اور انہیں بہادری اور چستی میں شیر، خوبصورتی میں موسم بہار جود وسخا میں دریائے فرات سے تشبیہ دی اور کہا اے عقیل میں علی بن ابی طالب کے بارے میں کیسے نہ کہوں۔ علی قریش کے سرداروں میں سے ایک ہیں اور وہ سبزہ ہیں جس پر قریش قائم ہیں علی میں بڑائی کے تمام علامات بدرجۂ اتم موجود ہیں" (۱۲)۔

ٹھیک اسی طرح حضرت علی کا بیان سنیے!

مصنف ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ "جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! آپ امیر معاویہ کی گورنری کو نا پسند نہ کرنا! اگر آپ نے انھیں کھو دیا تو آپ دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے" حنظل کا پھل" اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے" (۱۳)

مذکورہ دونوں نصوص کو بار بار پڑھیئے اور ان دونو ں نفوس قدسیہ کے درمیان حسن ظن وباہمی تعلقات کے سنگم کا حسین نظارہ اپنے آنکھوں سے دیکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ حق یہ ہے یا وہ قصص و واقعات جن کو مورخین نے بزعم خویش گڑھ کر دونوں اصحاب کے خلاف زہر اگلنے کی کوشش کی۔

مشاجرات صحابہ:۔

امام غزالی فرماتے ہیں ''حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی کے درمیان جو معاملہ ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا افضل ترین علما نے کہا ہر مجتہد مصیب ہے اور بہت سارے علما نے کہا مصیب ایک ہی ہے اور کسی بھی ذی علم نے حضرت علی کو اصلا خطا پر قرار نہیں دیا'' (۱۴)

سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ کے اور حضرت معاویہ کے درمیان جو لڑائی ہوئی اس حوالے سے امام احمد بن حنبل نے نص فرمائی ہے کہ اس بارے میں اور صحابہ کرام کے درمیان ہونے والے مشاجرات میں سے کسی کے بارے میں کلام نہ کیا جائے اس معاملہ میں حضرت علی حق پر تھے ان کے پاس لڑائی کا جواز موجود تھا اسی طرح ان کے مقابل افراد کے پاس بھی لڑائی کا جواز موجود تھا اس لئے ہمارے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اس معاملہ میں خاموش رہیں ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیں'' (۱۵)

امام عبد الوہاب شیرانی فرماتے ہیں '' مشاجرات صحابہ میں زبان بند رکھنا واجب ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ سب ثواب کے مستحق اور یہ اس وجہ سے کہ وہ سب اہل سنت اتفاق کے ساتھ عادل ہیں'' (۱۶)

علامہ عبد العزیز بن احمد ملتانی پرہاروی فرماتے ہیں ''محققین نے ذکر کیا ہے کہ مشاجرات صحابہ کا ذکر حرام ہے کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ یہ بعض صحابہ کے بارے میں بد گمانی کا باعث ہوگا اور اس موقف کی تائید حدیث پاک سے ہوتی ہے بے شک اہل سنت کو یہ واقعات ذکر کرنے میں مجبور کر دیا گیا کیونکہ بدعتیوں نے اس میں کئی بہتان اور جھوٹی باتیں گڑھ لیں۔ یہاں تک کہ متکلمین نے یہ مذہب اختیار کیا کہ مشاجرات صحابہ کی تمام روایتیں جھوٹ ہیں اور یہ کتنا اچھا قول ہے مگر یہ کہ ان میں بعض امور تواتر سے ثابت ہیں اور اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کہ ان امور میں جو کچھ ثابت ہیں ان کی تاویل کی جائیگی تا کہ عامۃ الناس کو وسوسوں سے بچایا جا سکے بہر حال جو قابل تاویل نہ ہوں وہ مردود ہیں بے شک صحابہ کی فضیلت ان کی حسن سیرت اور ان کا حق کی پیروی کرنا نصوص قطعیہ اور جماعت حقہ کے اجماع سے ثابت ہے تو یہ اخبار آثار ان کے مقابل میں کیسے آسکتی ہیں بالخصوص متعصب کذاب رافضیوں کی روایات''۔(۱۷)

امام ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں '' صحابہ کرام کے درمیان جو قتال ہوا وہ فقط دنیا پر ہی محصور ہے، بہر حال آخرت کے معاملات میں وہ سب مجتہد اور ثواب کے مستحق ہیں۔ البتہ ان کے درمیان ثواب میں فرق ضرور ہے کیونکہ جس نے اجتہاد کیا اور درستگی کو پالیا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروکار، ان کے لئے دو اجر ہے بلکہ دس اجر ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور جس نے اجتہاد کیا اور خطا کی جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے لئے ایک اجر ہے یہ تمام رضائے الٰہی کے طلب گار تھے اور انھوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علوم حاصل کیے ان کی روشنی میں اپنے اجتہاد و گمان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اگر تو دین میں فتنوں، بدعتوں، عناد اور ضیاع سے سلامتی جاہتا ہے تو اس پر متنبہ رہ''۔(۱۸)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد بن سرہندی فرماتے ہیں ''حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں فرمایا کہ ہم سے بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں، یہ نہ کافر ہیں، نہ فاسق ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس تاویل موجود ہے جو ان کو کافر و فاسق کہنے سے روکتی ہے۔ اہل سنت اور رافضی دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں۔ اور دونوں امیر معاویہ کے حق پر ہونے کے قائل ہیں لیکن اہل سنت حضرت امیر سے جنگ کرنے والوں کے حق میں محض خطا کے لفظ سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتے اور زبان کو ان طعن و تشنیع سے بجاتے ہیں اور حضرت خیر البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ہونے کا حیا کرتے ہیں'' (۲۰)

امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام کی تعظیم فرض ہے ان میں سے کسی پر طعن کرنا حرام ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع حدیث میں ارشاد ہے ''**اذ ذکر اصحابی فامسکوا**'' جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو بحث و خوض سے اجتناب کرو۔

رب عزوجل عالم الغیب والشہادہ ہے اس نے صحابہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائی: (۱) مومنین قبل الفتح جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں خرچ و جہاد کیا۔ (۲) مومنین بعد فتح جنہوں نے بعد کو۔ فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ ''**لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجة من الذین انفقو من بعد و قاتلوا** ، یعنی تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ت.

اور ساتھ ہی فرمایا ''**کلا وعد اللّٰہ الحسنیٰ**'' دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔ ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمایا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا ''**واللّٰہ بما تعملون خبیر**''.

اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے بایں ہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔

اور یہ بھی قرآن عظیم سے بھی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے لئے کیا فرماتا ہے'' **ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فی ما اشنھب انفسھم خٰلدون لا یحزنھم الضرع الاکبر و تتلقھم الملٰئکة ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون** '' یعنی بے شک جن ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہیں سنیں گے اور وہ اپنی منمانی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے انہں غم میں نہ ڈالیگی بڑی گھبراہٹ ،فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عزوجل کا یہ ارشاد عام سن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوءظن کرسکتا ہے نہ اسکے اعمال کی تفتیش کر سکتا ہے بفرض تم حاکم ہو یا اللہ! تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ! **انتم اعلم ام اللہ!** کیا تمہیں زیادہ علم ہے یا اللہ کو دلوں کی خبر رکھنے والا سچا حاکم یہ فصلہ کر چکا کہ مجھے تمہارے سارے اعمال کی خبر ہے میں تمسے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اسکے بعد مسلمانوں کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے! ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائیگا ضرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائیگا ضرور اس کا اعزاز واحترام فرض۔ **ولو کرہ المجرمون.** اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ،،ان کی خطا خطاے اجتہادی تھی اس پر الزام معصیت عائد کرنا ارشاد الٰہی کے صریح خلاف ہے۔ (۲۱)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ''تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر وصلاح ہیں اور عادل، ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ کسی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگر چہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور حضرت جنید اور ان کی والدہ ماجدہ ، اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ،حتی کہ حضرت وحشی رضی اللہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس خبیث مسلیمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے خیر الناس اور شر الناس دونوں کو قتل کیا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے اگر چہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہوسکتی کہ ان کی توہین ہے بلکہ اس کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے ان میں پڑنا حرام حرام سخت حرام ہے۔

مسلمانوں کو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ سب آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانثار اور سچے غلام ہیں تمام صحابہ اعلیٰ وادنیٰ اور ان میں کوئی ادنیٰ نہیں سب جنتی ہیں، وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانی مرادوں میں رہیں گے ،محشر کی بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی، فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

کہ یہ وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ یہ سب مضمون قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں بعض سے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی گرفت کسی بات پر اللہ و رسول کے خلاف ہے......

جب اللہ نے ان کے تمام اعمال جان کر حکم فرمایا کہ ان سب سے ہم جنت، عذاب و کرامت اور ثواب کا وعدہ فرما چکے ہیں تو دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے؟ کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے، ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث صحیح بخاری شریف میں بیان فرمایا ہے، مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔ خطا دو قسم ہے خطا عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطا اجتہادی: یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس پر عنداللہ اصلاً مواخذہ نہیں۔ مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم ہے خطا مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس سے دنیا میں کوئی فتنہ نہ ہو جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

دوسری خطا منکر، یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے کہ اس کی خطا باعث فتنہ ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلاف اسی قسم کی خطا کا تھا۔ اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور حضرت امیر معاویہ کی مغفرت ہے۔(۲۲)

ان تمام نصوص وارشادات کی روشنی میں باتفاق علمائے جمہور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہمیں اصحاب کرام کے درمیان ہو کے مشاجرات میں کلام کرنا اپنے کو بدکردار و بداخلاق اور گمراہ و فاسق بنانے کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ہوئے مشاجرات میں کف لسانی ہی راہ نجات ہے۔ **وعلیه الجمهور** ...

☆ حوالہ جات ☆

(۱) الصحیح البخاری، ج:۳۔ص۔۱۳۴۳، رقم:۔۳۴۷۔م دادرقم (۲) الکامل فی الصعھا\۳۶۲۳: دادالفکر (۳) حاشیہ المسلم ۲\۳۱۰م اصح الطابع (۴) ایضاً :(۵) اکمال اکمال المعلم ۶۲\۶، ۳۶۱م: داد الکتب العلمیۃ ۔(۶) بیان امام خطابی (۷) اکمال اکمال المعلم : ۶۲\۶، ۳۶۱م: داد الکتب العلمیۃ (۸) ایضاً (۹) فتاویٰ ہندیہ؛ حوالہ شرح مسلم سعدی؛ ۱۲۰۸\۶ برکات رضا؛ ۱\۶۲۴۔م بولاق مصر (۱۰) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ : ۱\۲۷، ۸۷۱ م: دادحزم (۱۱) شرح مسلم سعدی؛ن ج ۶/(۱۲) تاریخ دمشق لابن عساکر؛ ۴۲\۴۱۶م داد مکتب العلمیۃ بیروت (۱۳) اختلاف علی ومعاویہ ۔۲۸ (۱۴) مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴/۳۔رقم :۸۸۵ دارالکتب العلمیۃ (۱۵) احیاء العلوم : کتاب فوائد العقائد؛ الفصل الثالث :۱/۱۱۵م: دارالمعرفۃ بیروت (۱۶) غنیۃ الطالبین: القسم الثانی فی العقائد: فصل فی فضل الامۃ :ص۔ ۱/۱۶۲ دار الکتب العلمیۃ (۱۷) البوافیت الجواہر؛ المبحث الرابع والاربعون ۔۲۰/۴۴۵ ؛ دار الاحیاء التراث (۱۸) الناھیۃ عن طعن امیر المومین معاویۃ : فصل فی النھی عن ذکر النشاجر؛۳۳ م :غراس کویۃ (۱۹) تطہیر الجنان: مقدم الکتاب فی فضل الصحابہ:۳۴ رم: دارالصحابہ للتراس (۲۰) مکتوبات، مکتوب:۳۶......۲/۹۰،م: ضیاء القرآن لاہور صفحہ نمبر ۶ (۲۱) فتاویٰ رضویہ شریف ؛ ۲۹\۲ ۲۲۸۳م: برکات رضا پور بندر (۲۲) بہار شریعت ؛ ۱\۶۵۔۲۵۲ م: مکتبہ المدینہ کراچی۔

نوٹ:۔اس میں سے اکثر کتابیں دستیاب نہ ہونے کی بنیاد پر برقی ذرائع سے حاصل کی گئی ہیں۔(مضمون نگار)

☆☆☆☆☆☆

''ظہار'' کا شرعی حکم

مولانا محمد مسیح الدین مصباحی ایس نگری خادم التدریس جامعہ صوفیہ کچھوچھہ مقدسہ

" قد سمع الله قول اللتی تجادلك"... الیٰ قوله تعالیٰ..."وتلك حدود الله ۔وللکافرین عذاب الیم"(پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ آیت ا۔۔۶)

بے شک اللہ نے سنی اس کی بات جوتم سے اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے ۔ بیشک اللہ سنتا دیکھتا ہے ۔ جوتم میں اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہ بیٹھتے ہیں ۔ وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں، جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں ۔ اور بے شک بری اور نری بات کہتے ہیں ۔ اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور وہ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک غلام آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ۔ پھر جسے غلام نہ ملے تو لگا تار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزہ نہ ہوسکیں ،تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے (کنزالایمان)

مذکورہ بالا آیات شریفہ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک صحابیہ خولہ بنت ثعلبہ کے ساتھ ان کے شوہر اوس بن صامت نے ظہار کرلیا تھا ۔ ظہار کے ذریعہ زمانہ جاہلیت میں بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی تھی ۔ خولہ بنت ثعلبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا پہلے میں جوان تھی، حسین تھی، اب میری عمر ڈھل چکی ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کو شوہر کے پاس چھوڑتی ہوں تو ہلاک ہو جائیں گے اور میرے پاس کفالت کے مال نہیں ہے ۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے کیونکہ ابھی ظہار کا حکم نہیں آیا تھا ۔ خولہ بنت ثعلبہ رسول اللہ ﷺ سے بحث وتکرار کرنے لگیں کہ میرے مسئلہ کا حل کیا ہے؟ اور اللہ سے فریاد کرنے لگیں ۔ اللہ تعالی نے اس سورت کی ابتدائی آیت میں بیان فرمایا اے رسول! اللہ تعالی نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث کررہی تھی اور اللہ سے شکایت کررہی تھی ۔ اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا بے شک اللہ بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے ۔ چنانچہ خولہ بنت ثعلبہ اللہ تعالی کے حکم کے نزول کا سبب بنیں ۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آرہے تھے کہ خولہ نے ان کو روک لیا اور باتیں کرنے لگیں ۔ کسی نے کہا کہ امیر المومنین اس بڑھیا کی خاطر آپ اتنی دیر سے رکے ہوئے ہیں ۔ انہوں نے فرمایا میں زمین پر اس کی بات کیوں نہ سنوں، جس کی فریاد اللہ نے آسمانوں پر سن لیا اس کے بعد اسلام میں ظہار کا حکم نازل ہوا، جو لوگ بیویوں سے ظہار کرلیں اور پھر رجوع کرنا چاہیں تو ان کا کفارہ بیوی سے قربت سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جسے اس کی استطاعت نہ ہو اس کے لیے دو مہینے لگاتار روزے رکھنا ہے اور جو یہ بھی نہ کرسکے اس کے لیے ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے ۔

ظہار کی تعریف اس کا شرعی حکم بیوی یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا کسی محرمہ کی پشت یا کسی اور عضو سے تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے ۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر بیوی سے جماع اور بوس وکنار حرام ہو جاتا ہے ۔ جب تک وہ کفارہ ظہار ادا نہ کرے اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہو جیسے میرے ماں کا پیٹ یا اس کی ران تو یہ بھی ظہار ہے ۔ اگر اس اپنی بیوی کی کسی عضو کو اپنی ماں سے تشبیہ دی مثلا اپنی بیوی سے کہا کہ تمہارا سر میری ماں کی پشت کی طرح ہے یا تمہاری شرمگاہ یا تمہارا چہرہ تمہاری گردن یا تمہارا نصف یا تمہارا ثلث میری ماں کی طرح ہے تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے کہا تم میری ماں کی مثل ہو تو اس کا حکم اسکی نیت پر موقوف ہے ۔ نیت یہ تھی کہ تم میری ماں کی طرح معزز ہو تو ظہار نہیں اور اگر اس نے کہا کہ میری نیت ظہار کی تھی تو یہ ظہار ہے (ھدایہ اولین ص ۴۰۹۔۴۱۰)

واضح رہے کہ ظہار کی تعریف میں تشبیہ کی قید اس لیے لگائی گئی کہ اگر کسی نے بغیر تشبیہ دیے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے یا بیٹی ہے تو یہ ظہار نہیں ہے۔اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بہ حالت غصہ اپنی زوجہ کو ماں، بہن کہہ دیا مگر نان ونفقہ دیتا رہا۔عورت اس کے نکاح میں رہی یا بہ حکم شرع شریف جاتی رہی؟اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اس کو ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے کہ تو میری ماں، بہن ہے تو سخت گناہ وناجائز ہے مگر اس سے نکاح میں نہ خلل آئے گا نہ توبہ کے سوا اور کچھ لازم آئے گا (فتاوی رضویہ جلد ۵)

درمختار میں ہے **ان نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذا لوحذف علی برا او ظهارا او طلاقا صحت نیته و وقع مانواه وان لم ینو شیئا او حزف الکاف لغوا** ۔اس نے بیوی سے کہا تو مجھ پر میری ماں کے مثل ہے یا کہا تو میری ماں کی مثل ہے اور اس سے بیوی کی معزز ہونے کی نیت کی یا طلاق کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی ہے وہی حکم لگے گا اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا تو اس کا کلام لغو ہوگا (درمختار جلد ۵)

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں کہ **انت امی بلا تشبیه فانه باطل وان نوی** ۔کسی شخص نے اپنی بیوی سے بغیر تشبیہ دیے کہا کہ تو میری ماں ہے تو اس کا قول باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

کفارۂ ظہار

قرآن مجید میں ہے:"**والذین یظٰهرون من نسائهم**"... **الیٰ قوله تعالیٰ**..."**وتلك حدود الله وللكفرين عذاب اليم**"(پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ)

ترجمہ:۔اور وہ جو اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک غلام آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ ہے جو تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔پھر جسے غلام نہ ملے تو لگا تار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، پھر جس سے روزہ نہ ہوسکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے (کنزالایمان)

حدیث شریف میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اوس بن صامت اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ظہار کیا۔توانہوں نے اس کی نبی کریم ﷺ سے شکایت کی سوانہوں نے کہا جب میں بوڑھی ہوگئی اور میری ہڈی کمزور ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کرلیا تب اللہ تعالی نے آیت ظہار نازل فرمائی۔پس رسول اللہ ﷺ اوس بن صامت سے کہا کہ تم ایک غلام آزاد کرو۔انہوں نے کہا کہ میرے پاس اس کی طاقت نہیں ہے۔آپ نے فرمایا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو،انہوں نے کہا کہ جس دن میں دو وقت کا کھانا نہ کھاؤں تو میری بصارت کمزور ہوجاتی ہے۔آپ نے فرمایا پھر تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ،انہوں نے کہا کہ میرے پاس اتنا طعام نہیں ہے۔البتہ آپ مدد فرمائیں۔تو رسول اللہ ﷺ نے پندرہ صاع کے ساتھ ان کی مدد فرمائی۔اللہ تعالی رحیم ہے۔حتی کہ اللہ تعالی نے ان کے لئے مزید پندرہ صاع جمع کردئے اور پورے ساٹھ مسکینوں کا طعام ہوگیا (سنن دارقطنی جلد ۳)

ھدایہ میں ہے **کفارة الظهار عتق رقبة فان لم یجد فصیام شهرین متتابعین فان لم یستطع فاطعام ستین مسکینا للنص الواردة فیه فانه یفید الکفارة علی هذا الترتیب** ۔ظہار کا کفارہ ایک گردن آزاد کرنا ہے تو اگر ظہار کرنے والا گردن نہ پائے تو لگا تار دو مہینے کے روزہ رکھنا ہے، پھر اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اس بارے میں نص وارد ہونے کی وجہ سے لہذا کفارہ اسی ترتیب پر فائدہ دے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ظہار کر بیٹھے اس پر اپنی بیوی سے جماع اور بوس و کنار حرام ہوجاتا ہے۔جب وہ کفارہ ظہار ادا کردے تو اس کے لئے حرام شدہ چیزیں حلال ہوجائیں گی۔اللہ تعالی ہم سبھی مسلمانوں کو اوامر شرعیہ پر عمل کرنے اور منہیات سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

صدر الافاضل! اعلیٰ حضرت کے دست راست

مولانا نور محمد نعیم القادری بلرام پوری: بانی تنظیم ''افکار صدر الافاضل''، ممبئی

اڑائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر سو پھیلی خوش بوئے صدر الافاضل ہے

سیدنا سرکار صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی نادر و نایاب شخصیت بلا شبہ اپنی مثال آپ ہے۔جس طرح خورشید مشرق کی عالم تاب کرنوں پر دم زدن کے لیے ابر سیہ کی دبیز چادر پڑ جانے کے بعد بھی حجاب سحاب شمس درخشندہ کے کرنوں کے لمعان کو روکنے کی تاب نہیں رکھتا بالکل اسی طرح سیادت وشخصیت زبدۃ الافاضل پر دبیز چادر بن کر معاندین وحاسدین نے پردہ ڈالنے کی بے شمار کوششیں کر ڈالیں مگر الحمد للہ! حضور ممدوح گرامی علیہ الرحمہ کے افکار اور علم وعرفان کا سورج ہمیشہ سوا نیزے پر رہا۔

امام احمد رضا ہیں ہند کے خورشید تا بندہ
تو ماہ تام عرفان ہدیٰ صدر الافاضل ہیں

سیدی سرکار صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے اپنی جلالت علمی کا ایسا عظیم الشان پرچم لہرایا کہ جس کی رفعتوں کو آج بھی افلاک ہفت کی بلندیاں جھک جھک کر سلام کرتی ہیں۔

امام اہل سنت مجدد اعظم دین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ بے نظیر مترجم قرآن ہیں جس پر تفسیری حاشیہ لکھنے والے حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ ہی صاحب تفسیر خزائن العرفان ہیں۔آپ نے قرآن مقدس کی مثالی تفسیر فرما کر تالیان قرآن ''کلام رحمان'' کو اس کے غوامض وافکار سے روشناس فرمایا ہے۔

موصوف عالی نسب وحسب کے کلک حقیقت رقم کے جواہر پاروں نے ادوار ماضی، حال، مستقبل کے بقلم خود مفسرین اور بزبان خود مٹھو میاں بننے والے ڈھونگی خامہ فرسائی کرنے والوں کو ناکوں چنے چبوا دیے ہیں، تفسیر ''خزائن الرفان'' دیکھنے کے بعد ان نام نہاد جعلی، مصنوعی مفسرین کو مجبوراً اعلان کرنا ہی پڑا کہ۔

چہ نسبت ما ست از صدر الافاضل
کجا ذرہ کجا خورشید کامل

سیدی سرکار صدر الافاضل علیہ الرحمہ بلا شبہ جامع علوم وفنون ہیں۔آپ کے پاس علوم وحکم کی ایسی بافیض بھٹی تھی کہ جو بندگان رموز وافکار نے جب اپنے وجود کو اس میں تپایا تو کوئی حکیم الامت کی شکل میں نیر تاباں بن کر چمک اٹھا، کوئی شمس العلماء بن کر جگمگاتے ہوئے قاضیٔ شریعت فاخرہ بن کر دمک اٹھا، کوئی مبارک پور میں حافظ ملت بن کر آج بھی ناموس رسالت کی حفاظت کر رہا ہے، کوئی رفاقت حسین کا ترشح پاتے ہوئے امین شریعت بن کر فیضان امانت داری تقسیم کر رہا ہے، کوئی حبیب رحمٰن ہونے کے صدقے میں سرزمین ہند (اڑیسہ) سے لے کر حرمین طیبین تک محبوب رحمٰن بن کر نجدی حکومت سے بھی اپنے تصلب فی الدین کا لوہا منوا رہا ہے، کوئی محمد حسین بن کر سرزمین لاہور پر فیضان حسینی کو عام وتام کرتے ہوئے مسند افتا کی زینت بنا ہوا ہے، کوئی عتیق الرحمٰن، صاحبِ علم وعرفان ہو کر گونڈہ، بستی، بہرائچ، شمالی ہند کے علاوہ نیپال میں بھی شموع علوم نبوی کو فروزاں کرتے ہوئے اپنے خاندان کے بدعقیدوں نیز اطراف وجوانب کے گم راہوں کے تابوت میں حقانی کیل ٹھونک کر آج ملک نیپال ہی میں تربت مشک بار کی پر تقدس چادر تانے ہوئے محو خواب ہونے کے ساتھ ساتھ مرجع خلائق بنا ہوا ہے، کوئی تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کی شکل میں عمر بھر خطبہ مفسر اعظم پڑھتا رہا اور کسی نے میرٹھ کی دھرتی پر علم نحو کے پرچم کو اس طرح لہرایا کہ فرقہائے باطلہ کے نحوی معلومات رکھنے والے دعوے داروں کی مٹی پلید ہوگئی اور انھیں کہنا پڑا کہ بس ع

''انھیں کے سر پہ زیبا تاج علم نحو ہے بے شک''

دنیاے سنیت کے عظیم الشان نحوی حضرات صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کو ان کی خداد صلاحیتوں علی الخصوص حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی عطا کردہ نحوی جولانیوں کے پیش نظر امام النحو کے لقب سے یاد کرنے لگے ،اسی نعیمی بھٹی سے نکل کر پیر کرم شاہ ازہری نے علم وحکمت کے دھارے بہا دیے ،اجمل العلماء مفتی اجمل حسین سنبھلی علیہ الرحمہ نے بھی اسی فیضان علمی کو اجمل ترین انداز میں گردونواح میں روشن ومنور فرمایا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے علمی جوہر کا
مرے صدر الافاضل علم و حکمت کے سمندر ہیں

آپ کا سن ولادت ماہ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ ہے ویسے باعتبار ابجد آپ کا اسم مقدس غلام مصطفیٰ ۱۳۰۰ ہے مگر عرفی نام ذی اکرام سید محمد نعیم الدین شہرت پزیر وہمہ گیر ہے۔علاوہ ازیں آپ کی علمی صلاحیتوں کے پیش نظر ،صدر الافاضل ،فخر الاماثل جیسے عظیم اور پاکیزہ القابات سے معاصرین علما وفضلا آپ کو یاد کرنے لگے ،یہی وجہ ہے کہ آپ کے حاسدین ومعاندین نے عداوت کی عینک لگا کر چیخنا چلانا شروع کردیا کہ صدر الافاضل تو سید تھے ہی نہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔حضور ممدوح گرامی علیہ الرحمہ جملہ علوم وفنون میں مہارت تامہ اور ید طولیٰ رکھتے تھے، حکمت میں بعطاے رسول اکرم نور مجسم ﷺ ،رب قدیر جل مجدہ الکبیر نے آپ کو دست شفاے امراض لاعلاج مرحمت فرمایا تھا۔

کرم بالاے کرم حضرت والا درجت کشور شعر وسخن کے بے تاج بادشاہ بھی تھے ،افلاک شعر وشاعری پر کبھی آپ کوکب نعیم بن کر چمکے اور کبھی نجم منعم کی شکل میں اپنے عروض کی تابانیوں سے طواغیت اربعہ اور ان کی نطفۂ ناتحقیق اولادوں کی مچپاتی کیچڑ آلود آنکھوں کو چکا چوند فرماتے رہے اور اپنے معتقدین ومحبین اور متوسلین ومریدین کے کانوں میں اپنی مثالی زمزمہ سنجی سے عشق رسالت کا حیات وسماعت افزا رس گھولتے رہے۔

آپ بلا کے ذہین تھے ،صرف آٹھ سال کی عمر شریف میں حافظ قرآن ہو گئے ،آپ کے جملہ مشاہیر اساتذۂ کبار علوم و فنون کے بحر ذخار تھے۔آپ نے فارسی کی تعلیم اپنے پدر بزرگوار حضرت مولانا سید معین الدین نزہت علیہ الرحمہ سے حاصل فرمائی ،کتب متوسطہ کی تعلیم صاحب الفضیلۃ حضرت علامہ شاہ ابو الفضل احمد علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔

علاوہ ازیں دیگر کتب منطق ،فلسفہ ،حدیث ،ریاضی ، اقلیدس ،علم ہئیت وغیرہ آپ نے علم وحکمت کے شاداب گل حضرت علامہ سید محمد گل کابلی علیہ الرحمہ سے پڑھیں اور انیس سال کی عمر شریف میں جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ سے آپ نے فراغت حاصل فرمائی ۔ایک سال فتویٰ نویسی کی مشق کے بعد ۱۳۲۰ھ میں مدرسہ امدادیہ مرادآباد کے مثالی جلسے میں اکابر مشائخ واجلہ عمائدین کے مشک بار ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

کمسنی کے باجود آپ کے رشحات قلم سے نکلے ہوئے مضامین کو دیکھ کر بڑے بڑے صاحبان زبان وقلم انگشت بدنداں ہوجاتے اور ماہرین فن ،نیز مصنفین تصانیف کثیرہ گمان کرتے کہ حقیقتاً یہ اپنے دور کے سحبان وائل کے نگارش پارے ہیں ،آپ کے نوک قلم سے نکلے ہوئے مضامین بڑے بڑے صاحبان فکر وفن سے خراج ہائے داد وتحسین حاصل کر چکے تھے ،آپ کی پہلی تصنیف کتاب مستطاب ''الکلمۃ العلیاء لا علاء علم المصطفیٰ'' اثبات علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے موضوع پر دانش وران اسلام نیز ارباب اقلام کے حلقوں میں بے حد مقبول ومستجاب ہوئی۔

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس میں جب یہ کتاب پیش کی گئی تو آپ نے دعوات و افراہ سے نوازتے ہوئے انتہائی مسرت میں ارشاد فرمایا کہ اس کتاب کے مستحکم دلائل و براہین نویسندۂ کتاب کی لیاقت و صلاحیت کی بلا شبہ غمازی کر رہے ہیں۔اسی کتاب لاجواب نے بریلی شریف اور مرادآباد شریف کی لمبی طنابوں کو کھینچ کر اس طرح یک جا کردیا کہ رضا نگر سے فیضان نعیمی کے مناظر اور مخزن نعیمی سے بریلی شریف کے لعل وجواہر بالمشافہ نظر آنے لگے ،یعنی یہی کتاب سیدی سرکار اعلیٰ حضرت اور سیدی سرکار صدر الافاضل کے ملاقات کا سبب بنی۔

آپ مفسر اعظم ہونے کے ساتھ ساتھ محدث اعظم، فقیہ اعظم، مناظر اعظم، خطیب اعظم، مصنف اعظم اور شاعر اعظم بھی تھے، آپ کی بے مثال شاعری درد و کرب، سوز و گداز سے مزین و مرصع ہوتی تھی، موضوع عروض پر ریاض نعیم کتاب آپ کے دل کی آواز اور نعتیہ کلام کا حسین مجموعہ ہونے کے ساتھ ساتھ عشق رسالت مآب ﷺ کا شاداب و عبقری گلدستہ ہے۔

یوں تو آپ کی خطابت اور جولانئ قلم کا پرچم کو چہا ئے مرادآباد شریف میں لہرا رہا تھا مگر عنایت خاص و حمایت سیدی سرکار امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو چرخ رفعت و شہرت کا ایسا نیر تاباں بنا دیا جس کی نور بارکرنیں تا ابد دنیائے سنیت کو چمکاتی رہیں گی۔ امام اہل سنت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنا ایسا معتمد خاص بنا لیا کہ مناظرہ وغیرہ میں آپ ہی امام اہل سنت کی نمائندگی فرماتے، میدان مناظرہ کے آپ عظیم شہ سوار اور فرقہائے باطلہ کے لیے تیغ آبدار تھے۔ آپ نے بے شمار سادھوؤں سناتن دھرمیوں، آریوں اور ناریوں کے بھی چھکے چھڑائے ہیں۔

سیاسی بصیرت میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے ''ترک موالات''، ''خلافت کمیٹی'' اور ''تحریک ترک گاؤ کشی'' کے فتنے جب آسمان سے باتیں کر رہے تھے اس وقت بھی آپ نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے جہاد بالقلم فرما کر لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو ان فتنوں سے بچایا۔ ملک کے سنی مسلمانوں کو متحد فرمانے کے لیے آپ نے ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کی داغ بیل ڈالی۔ جس کی شاخیں ہر چہار جانب پھیل گئیں اس کانفرنس کا پہلا اجلاس ماہ شعبان پر از فیضان ۱۳۴۳ھ مطابق مارچ ۱۹۲۵ء میں مرادآباد کی سرزمین پر منعقد کر کے سوتی ہوئی قوموں کو بیدار فرمایا، دوسرا اجلاس بنارس کی سرزمین پر انعقاد پذیر ہوا جس کی مقبولیت و افادیت کا اندازہ سیدی سرکار محدث اعظم علیہ الرحمہ کے خطبۂ استقبالیہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''آج میں اپنی قسمت پر جس قدر بھی ناز کروں کم ہے مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ بیماروں کو بے شمار معالجین مل گئے اور ایک فریادی کو کثیر تعداد میں صاحبان عدل و انصاف میسر آ گئے ہیں، کاش کہ ہم نے اس عالم ربانی عارف باللہ کے نور فراست کو پہلے ہی مان لیا ہوتا تو دشمنان نظام اسلام اپنی دھوکہ دھڑی والی چال میں کامیابی نہ حاصل کر پاتے'' وغیرہ وغیرہ۔ تھوڑا آگے چل کر مزید فرماتے ہیں کہ:

''ہندوستان کا کون سنی مسلمان ہے جو نعرۂ پاکستان سے بے خبر ہے'' دنیا نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے، لیکن آج اس کو سنیے کہ اس پیغام کے لیے قدرت نے عہد حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا وہ ہماری ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے بانی و ناظم اعلیٰ ہمارے صدر الافاضل استاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذات گرامی ہے۔ سب سے پہلے جو اس دولت کو لے کر بانٹنے لگا، اس میں ڈاکٹر اقبال کی شہرت آگے نکل گئی۔ اس وقت قومی سیاست ایک خطرناک دَل دَل کی طرح تھی، نہ جانے کتنے صاحبان جبہ و دستار اس دلدل میں ڈبکیاں کھا رہے تھے، مگر واہ رے آل رسول جگر گوشۂ بتول حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات! کہ اس قدر احتیاط سے اس سیاسی دَل دَل کو آپ نے پار کیا کہ آپ کے دامن پر تقدس پر معمولی سا دھبہ بھی نہ لگ سکا۔ لطف بالائے لطف یہ کہ ایک سے ایک مار سیاست گزیدہ لوگوں کو آپ نے دم زدن میں تریاق جاں بخش مرحمت فرمادی۔ کون نہیں جانتا مولانا محمد علی جوہر کو آپ نے دہلی ان کے گھر جا کر سیاسی خطاؤں سے توبہ کروائی، اور مولانا شوکت علی نے مرادآباد آپ کے در دولت پر حاضری دے کر توبہ و انابت کی سعادت حاصل کی''۔ (وما توفیقی الا باللہ)

پنڈت دیانند سرسوتی، اور دشمن اسلام منشی لالہ رام نیز شردھانند کے برپا کردہ فتنۂ عظیم شدھی سنگٹھن کی وجہ سے (معاذ اللہ) جو مسلمان مرتد ہو گئے تھے انہیں دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل فرمایا جن کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ شدھی تحریک کے قلع قمع کے لیے آپ نے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کے پلیٹ فارم سے مجاہد صفت علمائے ذوی الاحترام کی معیت میں وہ عظیم کارنامہ انجام دیا جو بلا شبہ تاریخ اسلامی کا درخشندہ ترین باب ہے۔ گوناں گوں تنظیمی، تدریسی اور سیاسی مصروفیات کے باوجود آپ نے وافر مقدار میں تحریری سرمایہ بھی چھوڑا ہے جس پر امت مسلمہ کو فخر ہے۔ آپ کے قلم حقیقت رقم سے تقریباً ڈیڑھ درجن کتابیں منظر عام پر آئیں۔

(بقیہ صفحہ ۴۰ پر)

دنیا کا ایک عظیم سائنس داں پردئے گم نامی میں

مولانا شہر عالم رضوی ناگ پور، ٹریزر: تحریک ''تحفظ عقائد''، پچپڑوا، بلرام پور، یوپی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے سائنس داں ہیں جنھوں نے سب سے پہلے:

(۱) ۸ ؍سال کی عمر میں عربی میں کتاب لکھی ۔(مقالہ بہ نام ''مولانا احمد رضا خان کی'' علم الطبیعیات'' میں خدمات کا جائزہ اور جدید سائنسی نظریات سے تقابل ؍عمر شہزاد)

(۲) سائنس کے ہر شعبہ میں کوئی نہ کوئی کتاب، یا رسالہ ضرور تحریر فرمایا

(3) Medical Embryology کے حوالے سے قرآنی آیات بیان فرمایا۔

(۴) ایک صدی قبل Genetics Genes & Chromosomes سے متعلق نظریہ پیش کیا جب کہ Universities میں اس کا تصور بھی نہ تھا یہ بحث آج کل Genetic Control of prontein senthesis کہلاتی ہے۔

(۵) ۲۰ ؍سال کی عمر قرآن پاک کی روشنی میں میڈیکل ایمبر یالوجی کے فکر انگیز موضوعات پر گفتگو کی۔

(۶) ۳۰ ؍سال کی عمر میں میڈکل فزیالوجی سے متعلق تحقیق فرمائی۔

(۷) جذام Leprosy سے اسلامی نظریہ غیر متعدی پیش کر کے اسلام کی برتری کو ثابت کیا جن کی تائید آج Medical Since بھی کرتی ہے۔

(۸) طاعون Dlogue بیماری سے متعلق ایسی تحقیق فرمائی جس کو میڈکل سائنس تصدیق کرتی ہے۔

(۹)۔ Ultrasound machine۔ کا فارمولا Light Theory کی بنیاد پر پیش کر کے دنیا میں سبقت حاصل کر لی یہ بحث آج کل Pezioelectric Phenomenon کہلاتی ہے۔

(۱۰) جس نے ایٹمی پروگرام کا تصور قرآنی آیت ''مزقنھم کل ممزق'' سے استنباط کیا۔

(۱۱) جدید ٹیلی کمیونیکیشن Medical communication system کے بنیادی اصول پر فکری بحث کو تجربات سے ثابت کیا اور ایک صدی پہلے بتادیا کہ فضا میں موجود ہیں نیز ۔ Saund theory پیش کر کے کان کی ساخت "Anotamy of the tympanic musles_tensor tympani & membrane, Ear-outer/Ear-middle کو سماعت کے لیے ضروری بتایا اور تجربات سے ثابت کیا کہ بغیر واسطہ کے ہم آواز کو نہیں سن سکتے ۔ نیز بتایا کہ آواز پیدا ہونے سے مخروطی شکل "Conical Shop" اختیار کر لی ہے جس کی تائید جدید فزیکل سائنس بھی کرتی ہے یہ بحث آج کل "Demped harmonic motion" کہلاتی ہے۔

(۱۲) فزکس موضوع (Fluid dynamics کے متعلق رسالہ ''**الدقة والتبيان لعلم رقة والسيلان** '' لکھ کر جدید سائنسی اور فقہی انداز سے تحقیق کے انمول موتی بکھیرے۔

(۱۳) پانی کی ۳۰۶ ؍قسمیں بیان کر کے ماہرین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

(۱۴) پہلا مسلم سائنس داں جس نے نفس، قلب اور روح vs(Ego, Superego) کی اہمیت بیان معروف ماہرین نفسیات (Psychologists) sigmon freud,Alfred adler,carl young, kuren tlorneyB F Skinner - erik Erison, erik fromm, JB watson & WHsheldon پر سبقت حاصل کی ہے۔

(۱۵) جس نے نظریۂ ارتقا "Evalution theory" کو قرآنی آیات کی بنیاد پر پیش کر کے اسلام کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔

(۱۶) جس نے علم ریاضی "math" الجبرا "Algebra" اور علم ہندسہ "Geometry" میں اپنی تخلیق کاوشوں سے فکری زاوے بیان کر کے ماہرین کو دعوت تحقیق دی۔

(۱۷) سب سے پہلے ۱۸۹۶ء میں Topology, سے متعلق تھیوری (theoria) پیش کی اور بعد میں الدولۃ المکیۃ میں گفتگو کر کے سبقت حاصل کر لی ۔ جب کہ برصغیر میں یہ علم ۱۹۶۸ء میں متعارف ہوا۔

(۱۹) زمین کے ساکن ہونے کے حوالے سے فکر انگیز رسائل تحریر فرمائے ۔ جب سب سے پہلے مغربی سائنس داں Neuton, آئین سٹائین، Copronecs، کیلر اور گیلیلیو کے نظریات کو چیلنج کر کے سائنسی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

دوسرا صلاح الدین ایوبی کیوں نہیں؟

ازقلم: مولانا محمد شعیب رضا نظامی فیضی خادم التدریس والافتادارالعلوم امام احمد رضا بندیشر پور، سدھارتھ نگر یوپی

سلطان صلاح الدین ایوبی (یوسف بن نجم الدین ایوب) اسلامی تاریخ کا وہ نادرونایاب ستارہ اور گوہر بے بہا ہے جس کی جاں بازی اور بہادری کی داستان نہ صرف مسلمانوں کو زبان زد ہے بلکہ دیگر قومیں بھی انھیں قدر کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں۔ جس کے گھوڑوں کی ٹاپ آج بھی مسیحیوں کے کانوں میں گونج کر انھیں بے قرار کرتی ہے تو دوسری جانب اس کی رحم دلی اور سخاوت کی چھاپ مسیحیوں کے دلوں پر آج بھی نقش ہے۔

۱۱۳۸ء عراق کے شہر ''تکریت'' میں پیدا ہونے والے اس مرد مجاہد کی زیر قیادت **ایوبی سلطنت** نے مصر، شام، یمن، عراق، حجاز اور دیار باکر پہ ۱۱۷۴ء سے ۱۱۹۳ء تک تقریباً بیس سالہ شان دار حکومت کی۔

شجاعت وجواں مردی، حکم رانی اور تدبر وتفکر کے ساتھ انھوں نے حسن اخلاق اور فیاضی کا دامن کبھی نہ چھوڑا بلکہ تاحین حیات خوش اخلاقی اور بردباری کے علم بردار بنے رہے۔ تقویٰ وطہارت کا حال یہ تھا کہ نماز کبھی ترک نہ کی۔ میدان جنگ میں بھی جماعت کی پابندی اور متاع دنیا سے قطع تعلق کا یہ عالم تھا کہ اتنے وسیع وعریض خطے کے حاکم ہوتے ہوئے بھی کبھی اپنے لیے محل کی تعمیر نہ کی بلکہ پوری زندگی سپاہیوں کے ساتھ خیمے میں گزار دی۔

۱۱۸۶ء میں رینالڈ کی زیر قیادت مسیحیوں کا ایک عظیم لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کی غرض سے حجاز کی طرف روانہ ہوا تو سلطان ایوبی نے مقام حطین میں اس لشکر کی سرکوبی کی اور ۱۱۸۷ء میں تاریخ کا خوفناک ترین جنگ ہوا جس میں سلطان ایوبی کی دانائی نے مسیحیوں کے چھکے چھڑا دئے اور تیس ہزار مسیحی مارے گئے اور تیس ہزار قید کر لئے گئے، اور رینالڈ کو مدینہ منورہ پہ حملہ کی ناکام کوشش اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کے جرم عظیم میں سلطان ایوبی نے خود اپنے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا دیا۔

اسی سال سلطان ایوبی نے تاریخ اسلام کا وہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا جسے رہتی دنیا تک فراموش کر پانا ناممکن ہے۔ یعنی مسلمانوں کے قبلہ اول ''بیت المقدس'' کو پورے 88 سالوں بعد مسیحیوں کے قبضے سے آزاد کرایا۔ بیت المقدس کے ساتھ یروشلم فتح کر ڈالا۔ اور جلد ہی پورا **فلسطین** مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ بیت المقدس فتح کرنے کے بعد ''**فاتح بیت المقدس**'' نے جب اس پاکیزہ مسجد میں قدم رکھا تو پوری دنیا دنگ رہ گئی اور مذہب اسلام کی اصل ہتھیار یعنی اخلاق وکردار کی دوبارہ قائل ہوگئی جب **سلطان ایوبی** اور ان کے بھائی ملک عادل نے غریب ونادار عیسائیوں کا فدیہ خود اپنی جیب سے ادا کیا۔

بیت المقدس ۱۹۴۸ء تک مسلسل ۷۶۱/سال مسلمانوں کے قبضہ میں رہا اور دنیا کے ہر گوشہ سے زائرین اس پاکیزہ گھر کی زیارت کے لیے آتے رہے مگر ۱۹۴۸ء میں امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی مشترکہ سازش سے فلسطین پر یہودی حکومت قائم ہوئی اور نصف بیت المقدس پر اسرائیلیوں کا قبضہ ہوگیا، اور ۱۹۶۷ء کی عرب-اسرائیل جنگ میں بیت المقدس پر یہودیوں کا مکمل قبضہ ہوگیا۔ تب سے آج تک گزشتہ ۵۲/سالوں میں اسرائیلیوں نے بیت المقدس اور فلسطینی مسلمانوں پر ظلم وستم اور تشدد وبربریت کے وہ پہاڑ توڑے کہ جنھیں سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ گزشتہ نصف صدی فلسطینی مسلمان اس مرد مجاہد کی راہ دیکھ رہے ہیں جو انھیں اسرائیلی جبر وتشدد کی کھوہ عمیق سے نجات دلائے اور بیت المقدس کی حفاظت کرے مگر!

پچھلے ۵۲/سالوں سے یہ سوال آج بھی بہ دستور قائم ہے کہ مسلمانوں میں اب کوئی دوسرا صلاح الدین ایوبی کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ کوئی مسلمان اپنے قبلہ اول ''بیت المقدس'' کی حفاظت کے لیے آگے کیوں نہیں آتا؟ کیوں اس مقدس گھر کو اسرائیلیوں کے ناپاک قدموں سے پاک نہیں کرتا؟ کیا مسلم آنکھیں فلسطینی مسلمانوں پر ہو رہی زیادتیوں کو **نظر انداز** کر رہی ہیں یا دیکھنے کی تاب نہیں رکھتیں؟ یا پھر قوم مسلم درس ''**کل مومن اخوۃ**'' بھول کر فلسطینی بھائیوں کو اسرائیلیوں کے ہاتھوں فنا ہوتے دیکھ **لطف اندوز** ہو رہی ہے؟ کیوں کسی مسلمان میں **ایوبی جرأت** پیدا نہیں ہوتی؟ کیوں کسی مسلم نوجوان کے بازوؤں میں **ایوبی قوت** نہیں سماتی؟ کیوں کسی مسلمان کی کلائی میں **شمشیر ایوبی** کے جوہر پیدا نہیں ہوتے؟

وجہ صاف اور واضح ہے: آج ہم نے اپنی تاریخ فراموش کر دی اور فضول وباطل کہانیوں میں الجھ گئے۔ آج ہم نے مجاہدین اسلام کی داستانوں کا مطالعہ ترک کر دیا اور فحش لیٹریچروں اور ناولوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ آج ہمارے بڑے بالخصوص ہماری مائیں بچوں کو فرضی چاند تارے کی کہانیاں سنانے لگیں، انھیں فاتح بیت المقدس ایوبی، فاتح قسطنطنیہ محمد الفاتح، فاتح سندھ محمد بن قاسم جیسے بہادر سپاہیوں کی داستانیں یاد نہیں، آج ٹی۔وی۔ اور سنیما کی لعنت نے ہمارے بچوں کو ان جاں باز مسلم لڑاکوں کی سچی، اصلی اور حقیقی حکایتوں سے کوسوں دور کر دیا۔ ہماری نئی اور آزاد خیال نسل تاریخ اسلامی کے ان دلیر

سپاہیوں کا مطالعہ کرنے کی بجائے لایعنی اور فضول کہانیوں میں منہمک نظر آرہی ہے۔ان کی مائنڈ پروگرامنگ (ذہن سازی) کچھ اس طرح کی جارہی ہے کہ **صلاح الدین ایوبی** جیسا اولوالعزم، جرأت مند اور شجاعت و بہادری میں یکتاے روزگار مرد مجاہد ان کی نظروں میں ہیرو (Hero) نہ رہا۔ بلکہ ان کے ہیرو تو فلمی دنیا کے ہیروز ''سوپر مین، بیٹ مین اور سپائیڈر مین جیسے کارٹون کیرکٹرس (Cartoon Characters) ہو چکے ہیں جو محض تصوراتی اور باطل ہیں جن کا حقیقی دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ ہماری نئی اور آزاد خیال نسل نے **اسلامی ہیروز** کی زندگی سے سبق لینے کی بجاے ویسٹرن کلچر (مغربی تہذیب وتمدن) سیکھنا شروع کر دیا ہے اور **یہی اصل وجہ ہے کہ اب تک کوئی دوسرا اصلاح الدین ایوبی پیدا نہ ہوسکا** کیوں کہ ؎

اپنی تاریخ جو قوم بھلا دیتی ہے صفحۂ دہر سے وہ خود کو مٹا دیتی ہے

لہٰذا آج مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ نئی نسلوں کو اسلامی تاریخ سے آگاہ کرائیں، انھیں فلمی دنیا کے خیالاتی، تصوراتی افسانوں اور جھوٹے ہیروز کی کہانیوں سے بچا کر ان کے دلوں میں اسلام کی وہی پرانی تاریخ راسخ کریں جس میں ہم تین سو تیرہ ہوکر ہزاروں کے مقابلے ڈٹے ہوئے تھے بلکہ انھیں شکست فاش دیا تھا، اور ہماری تلواروں کی چمک قیصر وکسریٰ کو اندھا بنا دیتی تھی اور اس کی کھنک ظالموں کو بہرا۔ کیون کہ تھوڑا ہی سہی مگر آج بھی ہماری رگوں میں ایمانی خون گردش کر رہا ہے اور اس کی حرارت نے ہمارے بازوؤں کو مکمل خستہ اور کمزور ہونے سے باز رکھا ہے۔ ؎

بازوے مسلم خستہ ابھی کمزور نہیں
یہ جو اٹھ جائے تو اس سے کوئی شہ زور نہیں
آج بھی ہم افق دہر پہ چھا سکتے ہیں
ہم جو چاہیں تو تشدد کو مٹا سکتے ہیں

☆☆☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۶۰ کا)

اولاد دے کر دنیا سے گئیں تو ساتھ ہی ساتھ یہ حوصلہ بھی رکھو کہ تم مریں نہیں، تمھارا نام باقی رہے گا، تمھارے نیک کردار کی خوش بو صبح قیامت تک قوم وملت کی مشام جاں کو معطر کرتی رہے گی۔

☆سیما پہلی ماں کہف امن واماں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پہلی وحی کے نزول کے بعد اللہ کے نبی ﷺ کو کس قدر حوصلہ بہم پہنچایا تھا، وہ بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے:

''اے اللہ کے نبی آپ کی شان، صلہ رحمی اور لوگوں کے دکھ درد میں کام آنا ہے، آپ سب کے حاجت روا اور مشکل کشا، بے کسوں کے کس، بے بسوں بس اور ہر درد کے درماں ہیں، اللہ آپ کو غم گین اور رنجیدہ نہیں کرے گا''۔

آپ کا یہ انداز خواتین اسلام کو سبق دے رہا ہے کہ کسی جائز موقع پر شوہر کی دل جوئی ہونی چاہیے، پریشانی کے عالم میں ان کی ڈھارس بندھانی چاہیے، اپنے بلند کردار کی روشنی میں ان کی ہمت اور ان کا حوصلہ بلند رکھنا چاہیے، اس کی ہر ممکن مدد کرنا تمھارے لیے بجائے خود ایک عبادت ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مکہ کی ایک متمول تاجر خاتون تھیں، حضرت سودہ کھالیں صاف کیا کرتی تھیں، حضرت زینب سوت کاتا کرتی تھیں اور اسی طرح دیگر امہات المؤمنین اور صحابیات بھی خانگی ضروریات کی تکمیل کے لیے جائز اور مناسب کام کیا کرتی تھیں، ان کا کردار پاک وصاف رہا، نتیجتاً ان کی اولاد اور نسلیں پاکیزہ کردار کی روشنی میں قوم وملت کی امانت کی حیثیت رکھتی ہیں۔

☆اسلام میں پردہ کی اہمیت پر نص قطعی ہے، ایک خوب صورت اور اچھے معاشرہ کے لیے پردہ بے حد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن ایک باریک دوپٹہ اوڑھ کر حضرت عائشہ کی بارگاہ میں حاضر آئیں تو آپ نے ان کا دوپٹہ پھاڑ دیا اس کے بدلے میں انھیں ایک موٹا دوپٹہ دیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ باریک کپڑے پردے کا کام نہیں کر سکتے، ان کپڑوں سے نماز بھی نہیں ہوتی۔

اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور خوش نودی حاصل کرنے کے لیے، عورت اس بات کو ہمیشہ مدنظر رکھے کہ وہ ایک بیوی، ماں اور بیٹی ہے، اسے بہرصورت اپنی حکمت ودانائی، وفا شعاری، خلوص ومحبت اور اعلیٰ تعلیم وتربیت کے سنہرے اور سدابہار پھولوں سے معاشرہ کو رشک جنت بنانا ہے۔

اصلاح معاشرہ میں خواتین کا کردار

از:۔عالمہ گل افشاں امدادی،معلّمہ شعبۃ البنات: جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹھنا،کھنڈسری،سدھارتھ نگر یو پی

خواتین سماج کا رکن ہیں ،اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے با قاعدہ قرآن مجید میں احکامات نازل فرمائے ہیں،بانی اسلام سید عالم ﷺ نے خواتین کے لیے اپنے فرامین میں ہدایات کا ایک جامع نصاب فراہم کیا ہے بلکہ صحابیات کے تقاضے پر رسول ﷺ نے ان کے لیے خصوصی درس کا اہتمام بھی متعدد بار فرمایا۔

کوئی بھی انسان اس حقیقت کا انکار نہیں کرسکتا کہ ایک خاتون ِخانہ کی اصلاح سے پورے گھر کی اصلاح ہوتی ہے اور ایک گھر کی اصلاح سے پوری قوم کی اصلاح ہوتی ہے۔اور اصلاحی اور فلاحی کردار کے فروغ میں تعلیم کا زبردست اثر ہے۔

ایک مسلمان عورت کی حیثیت سے معاشرے میں عمدہ اور فعال کردار ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ عورت تعلیم حاصل کرے۔تعلیم کی حیثیت آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔چنانچہ پہلی وحی کا پہلا لفظ ’’اقرأ‘‘ ہے۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب کوئی انسان (خواہ مرد ہو یا عورت) دین کی تبلیغ کا بیڑا اٹھاتا تو اس کے لیے سب سے پہلے علم کی ضرورت ہے۔

عورت کے لیے علم اس لیے بھی اشد ضروری ہے کہ اس کی گود پوری نسل انسانی کا گہوارہ ہوتی ہے۔گویا عورت مکمل ایک معاشرہ ،سوسائٹی اور سماج ہے۔عورت اگر زیور تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہے تو اس کی کوکھ سے اسلام کے جاں باز سپاہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ اپنے کردار سے قوم وملت کا نام روشن کرتے ہیں، بہ صورت دگر ابلیسی کردار کا مجسمہ جنم لیتا ہے جو تمام افراد کے لیے وبال جان ہوتا ہے۔

تعلیم یافتہ ہونے کا مطلب محض اداراتی ڈگریاں ہی نہیں بلکہ حاصل شدہ علم پر عامل بھی ہو،ورنہ تو یہ ڈگریاں اکثر جہالت کو عروج دینے میں گارگر ہوتی ہیں۔علم خواہ دینی ہو یا عصری علم علم ہے۔لیکن سامان آخرت کے طور پر قرآنی علم اول ہے دیگر علوم اس کے بعد،تو ضروری ہوا کہ اسلامی تہذیب وثقاہت کو فروغ اور اس کی بقا کے لیے قرآنی علم ہی مفید و کارآمد ہے۔کیوں کہ احکام اسلام کی پاس داری کے لیے محض عصری علوم یک سر غیر مفید ہیں۔

طہارت و پاکیزگی کیا ہے یہ علم،قرآن بتائے گا۔علم حدیث اس کی وضاحت کرے گا،نماز،روزہ اور حج وزکاۃ کیا ہیں،ان کی ادائیگی کی صورتیں اسلامی علم ہی بتائے گا۔اس لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اولاد کو دینی تعلیم سے بہرہ ور کیا جائے۔ہاں!عصری علوم کی ضرورت واہمیت سے کسی کو مجال انکار نہیں!لیکن یہ صرف اور صرف دنیا کمانے کا سبب ہے۔آخرت میں فائدہ صرف اور صرف علم دین ہی دے گا۔

اللہ جل مجدہ الکریم ، انبیاے کرام،رسلان عظام ،اہل بیت اطہار،ازواج مطہرات،بنات طیبات ،دیگر صحابہ وصحابیات ،صدیقین، شہدا،صالحین،ائمۂ مجتہدین،اولیاے کاملین،سلف صالحین اور علماے ربانیین کے بارے میں جان کاری کے لیے علم دین ہی واحد ذریعہ ہے۔

لہٰذا!اسلامی تعلیم یافتہ عورت ہی ایک معاشرہ کو بہتر سے بہتر کردار دے سکتی ہے،سماج اور سوسائٹی کی فلاح و بہبود کا انحصار اسی پر ہے۔خصوصاً امہات المؤمنین کا کردار ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ان کی چال چلن ہمارے لیے ایک صاف وشفاف دستور عمل ہے۔کام یاب زندگی گزارنے کا کام یاب لائحۂ عمل ہے۔

تاریخ اسلام کے اوراق ایسی ڈھیروں ساری خواتین اسلام کے پاکیزہ کردار سے جگمگا رہے ہیں۔جن کا الگ الگ اور بالتفصیل تذکرہ مدتوں اور دفتروں کی زمین بھی تنگ کرنے کی حیثیت رکھتا ہے۔مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند خواتین اسلام کے عظیم اور پاکیزہ کردار کی جلوہ سامانیاں ذیل کی سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ ماؤں کی ماں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کائنات کو جتنا بڑا اور انمول تحفہ دیا،اس سے بڑا تحفہ اور کوئی ماں نہیں دے سکتی۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں آنے سے پہلے بھی آپ پوری قوم کی سیدہ تھیں،اچھے اخلاق،ستھرے کردار اور صاف وشفاف تہذیب وتمدن کی علم بردار ہونے کے سبب آپ کو پیکر صدق وصفا کہا جاتا تھا۔قریب وصال آپ کے دہن اقدس سے نکلے ہوئے جملے:

’’آج میں دنیا سے جارہی ہوں ،لیکن قیامت تک میرے تذکرے ہوتے رہیں گے،قیامت تک مجھے یاد رکھا جائے گا،کیوں؟ میں ویسے نہیں جارہی ہوں، دنیا کو خیر دے کر جارہی ہوں،میں نے خیر چھوڑا ہے،میں نے طہارت کو جنم دیا ہے،میں نے دنیا کو طہارت دی ہے‘‘۔قیامت تک ہونے والی تمام ماؤں کے لیے سونے کی ’’شیلڈ‘‘ ہیں۔

گویا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے قیامت تک کی ماؤں کو یہ پیغام دے دیا کہ اگر تم معاشرہ،سماج اور سوسائٹی کو نیک

(بقیہ صفحہ ۵۹ / پر)

اسلام میں عورتوں کا مقام

متعلمہ راشدہ انجم نظامی (خامسہ) شعبۃ البنات جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹھنا، کھنڈسری، سدھارتھ نگر

یہ عظیم المیہ ہے، دلخراش اور دردناک تاریخ ہے، کرب انگیز اور حیرت کیش منظر ہے، بھیانک اور ہوش ربا داستان ہے، جب ہم ماضی کا مطالعہ کرتے ہیں تو حیرت و استعجاب کے اتھاہ سمندر میں غرقاب ہو جاتے ہیں، انگشت بدنداں ہوکر رہ جاتے ہیں، دل پاش پاش ہو جاتا ہے کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے، زمانہ کیا برا تھا اور کیا ہی وہ قبیح و شنیع باتیں تھیں، جب کہ انسان عفت وعصمت نیلام کر چکا تھا، بے حیائی و بدتہذیبی عام ہو چکی تھی، تمدنی وثقافتی زندگی کو ترک کر کے انسان بہائم کی صفت اختیار کر چکا تھا، بدتہذیبی حد کو پہونچ چکی تھی بیواؤں اور یتیموں کا کوئی پرسان حال نہ تھا، انسان عورتوں کو لہو ولعب کا سامان سمجھتا تھا، عورتوں کو کوئی حیثیت حاصل نہ تھی، ان پر ظلم وتشدد کا پہاڑ توڑا جارہا تھا، انہیں جبر وتشدد کی زنجیروں میں جکڑ کر پیچ در پیچ دیے جارہے تھے، اور حشت و بربریت کی حد ہوگئی تھی، طرح طرح کی اذیتیں دی جارہی تھیں، مصائب وآلام سے دوچار کیا جارہا تھا، ان کی عزت وآبرو، عصمت وعفت کو پامال کیا جارہا تھا، ان کی عزت وآبرو کے ساتھ کھیلنا ایک عام شیوہ ہوگیا تھا، لوگ برسر اقتدار آکر برائیوں کو رواج دے رہے تھے، یہی نہیں بلکہ جاہلیت! قدیمہ ہو یا جدیدہ دونوں میں نفسانی خواہشات کی تکمیل اور ہرنا کردنی و ہرنا گفتنی کی تعمیل میں پیش پیش رہنے کا وسیلہ ہے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت کے دیوانے جو اپنے جہل مرکب (خالص جہالت) پر نازاں تھے، وہ اپنی اتباع، خواہشات نفس اور اپنی بدتہذیبی کو کوئی خوب صورت اور دل پذیر نام نہ دے سکے۔ جب کہ دور جدید کے لوگ ان جہالتوں، بدتہذیبیوں، اور بدتمیزیوں کا نام "آزادیِ نسواں" دے کر شہر شہر، قریہ قریہ، قصبہ قصبہ، نگر نگر، ڈگر ڈگر، ٹولہ ٹولہ اور محلّہ محلّہ، حمایت حقوق نسواں کا اعلان کرتے اور ڈنکا بجاتے ہوئے پھر رہے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کا کوئی مقام نہ تھا، عورتوں کا کچھ پاس ولحاظ نہ تھا، چنانچہ حیض و نفاس والی عورتوں کو اپنے گھروں سے باہر نکال کر علاحدہ دوسرے گھر میں کر دیا جاتا تھا، ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، رہنا سہنا اور چلنا، پھرنا، سب معیوب وباعث عار سمجھا جاتا تھا، عورتوں کو اتنی اذیتیں اور ناقابل برداشت تکلیفیں پہنچائی جارہی تھیں، جو کہ ناگفتہ بہ ہیں جیسا کہ تاریخی اوراق اور گزشتہ حالات شاہد ہیں۔

(۱) اگر اس زمانہ میں عورتوں کی عزت وآبرو، عصمت وعفت کا نیلام سر بازار، شاہ راہوں پر ہوتا تھا تو آج بھی عورتیں مردوں کی ہوس رانیوں کا سسکتا ہوا شکار ہیں!

(۲) زمانۂ جاہلیت میں آوارہ گردی اور عصمت فروشی کا کھلے بندوں بھاؤ تاؤ کیا جارہا تھا، آج بھی کسی نہ کسی ثقافت و مذہب کے نام پر اس کاروبار کا بازار سرگرم ہے، جیسا کہ شہروں وغیرہ میں یہ چیزیں بکثرت دیکھنے میں آتی ہیں، اور آئے دن ایک سے ایک باتیں سننے کو ملتی ہیں۔

(۳) اگر دور جاہلیت میں عورتوں کا بے حجاب، بے نقاب غیر مردوں، اجنبیوں، شرپسندوں، آوارہ گردوں اور غنڈوں کے ساتھ خلط ملط، مل جل کر رہنا، ان جاہلیت کے ماروں کی تہذیب وتمدن کا ایک مخصوص و وقیع حصہ تھا، تو آج بھی رقص وسرود کی محفلوں میں: "پا بہ دست دیگرے، دست بہ دست دیگرے" جیسی حیا سوز، غم اندوہ اور قبیح و شنیع حرکتوں کی موجودگی ہے، آخر یہ کس تہذیب کا آئینہ ہے؟

(۴) اگر ایام جاہلیت میں لوگوں کے خواہشات کو مشتعل، تمناؤں و آرزوؤں کو بھڑکانے کے لیے عورتیں برسر عام شاہراہوں پر لائی جارہی تھیں، تو آج بھی نیم عریاں اور چست لباس میں ملبوس و ملفوف عورتیں جنھیں مغربی تہذیب وثقافت کی یلغار میں بہہ جانے والے شرپسند اور غنڈے تگنی کی ناچ نچا رہے ہیں، یہ اس سے کم نہیں ہے۔ آخر یہ کس مذہب وثقافت کا طریقہ ہے؟ جو، ان کی عزت و عصمت کے کا تار، تار تار کرنا اپنا محبوب مشغلہ یقین کرلیا ہے!!!۔

یاد رکھیں! اگر کسی ثقافت نے کسی مذہب نے عالم انسانیت کو صحیح طور پر تہذیب وتمدن بتایا اور سکھایا ہے تو وہ مذہب اسلام ہے، اگر کسی مذہب نے عورتوں کی عزت وآبرو کو لٹنے سے بچایا اور ان کے ناموس پر ترس کھا کر انھیں صحیح طور سے جینے اور اور زندگی گزارنے کا دستور عمل دیا ہے تو وہ مذہب اسلام ہے۔ اگر کسی مذہب نے عورتوں کا حق ادا کیا ہے کما حقہٗ تو وہ صرف اور صرف مذہب اسلام ہے۔

(بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

بزمِ سخن

نعت رسول

از: سید خادم رسول عینی

زیست اپنی بے خطر ہوجائے گی
ان کی جب اِس پر نظر ہوجائے گی
رب نے ایسا وصف بخشا ہے انھیں
ان کو ہر شے کی خبر ہوجائے گی
جس پہ ان کا فیض ہو وہ شخصیت
بے ہنر سے باہنر ہو جائے گی
لے کے ان کا نام انگوٹھا چوم لو
پیروی بو البشر ہوجائے گی
بحر عشق مصطفیٰ میں ڈوب جا
فکر تیری پراثر ہوجائے گی
شاہ کے آب دہن سے یاد داشت
تیز سے بھی تیز تر ہوجائے گی
عینؔی جو ان کے اشارے پر چلے
ذات اس کی با اثر ہوجائے گی

☆☆☆☆☆

نعت

ازقلم: مولانا محمد اشرف رضا قادری
چیف ایڈیٹر امین شریعت (سہ ماہی)

ہونٹوں پہ اگر صل علیٰ صل علیٰ ہو
پھر کیوں نہ مسرت کا کنول دل میں کھلا ہو
ہوتی ہیں فدا اس پہ ہی جنت کی بہاریں
جو سرور کونین کی عظمت پہ فدا ہو
آغوش میں سرکار کا ہے جب سر اقدس
پھر کس لیے اے شیر خدا عصر قضا ہو
اچھے ہیں برے ہیں کہ خطا کار یا مجرم
ہم جو بھی ہیں سرکار مگر آپ نبا ہو
سوراخ سے ہی سانپ یہی ثور میں بولا
دیدار کا سرکار شرف مجھ کو عطا ہو
ممکن ہی نہیں راستہ بدلے نہیں دریا
خط حضرت فاروق کا گر اس کو ملا ہو
پانی میں پلا دیجیے گر خاک مدینہ
ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ حاصل نہ شفا ہو
آقا کے نواسے کے علاوہ نہیں کوئی
سرتن سے جدا ہو کے جو قرآن پڑھا ہو
نزع کے عالم میں پریشان رہوں میں
سینے پہ تسلی کو ترا ہاتھ دھرا ہو
دنیا میں رفاقت کا شرف پایا ہے اشرف
محشر میں بھی سبطین کی قربت میں کھڑا ہو

تاجدارِ اہل سنت

از:۔ فریدی صدیقی مصباحی

رضا کے بحرِ عرفاں کی روانی، مفتی اعظم
کمالِ علم و حکمت کی نشانی، مفتی اعظم
خدا نے اُن کو بخشی ہے محبت کی شہنشاہی
دلوں پر کر رہے ہیں حکم رانی، مفتی اعظم
وہ اپنے زہدوتقویٰ میں حسن بصری کے نائب ہیں
تفقّہ میں غزالی کے ہیں ثانی، مفتی اعظم
جمالِ سیرت وکردار، شرحِ مذہب و ملت
سراپا، دینِ حق کی ترجمانی، مفتی اعظم
ترا اسوہ، تری سیرت، نصابِ مکتبِ عرفاں
تری ہستی ہلالِ نکتہ دانی، مفتی اعظم
رہے گا سلسلہ قائم ہمیشہ نوری محفل کا
کہ فرماتے ہیں اس کی پاسبانی، مفتی اعظم
حیاتِ پاک، حب مصطفیٰ کے سوز میں گزری
چراغ عشق، تیری زندگانی، مفتی اعظم
شریعت کے اصولوں پر حکومت کو جھکا ڈالا
زمانہ تجھ سے سیکھے حق بیانی، مفتی اعظم
رہی اعدائے دیں پر غیرتِ عشقِ نبی غالب
سدا پایا ہے تو نے کامرانی، مفتی اعظم
یگانہ ہے تری ہستی دیارِ عشق وعرفاں میں
نظر آتا نہیں ہے تیرا ثانی، مفتی اعظم
ترے ذروں نے بھی ایسی تجلی علم کی پائی
جہاں بھر میں ہے ان کی ضوفشانی، مفتی اعظم
توجہ آپ کی ہوجائے گر، سوکھی زمیں پر بھی
تو آجاتی ہے، خوے گلستانی، مفتی اعظم
ترے فیضان کے دریا سے باغ عشق تازہ ہے
نرالا ہے تری حکمت کا پانی، مفتی اعظم
نبی کے عشق سے ایسی بقا تجھ کو میسر ہے
مٹا سکتا نہیں، یہ دار فانی، مفتی اعظم
ترے کردار کے جلوے دلوں سے مٹ نہیں سکتے
رہے گی تا ابد تیری کہانی، مفتی اعظم
سجی ہے آج مسقط میں تمہارے ذکر کی محفل
چمک اٹھی ہے یہ خاکِ عُمانی، مفتی اعظم
ہوا ایسا فیض، جس سے متحد ہوجائیں اہل حق
کہ آتی ہے تمہیں بگڑی بنانی، مفتی اعظم
عنایت کی ضیا، کاشانۂ فن میں رہے دائم
فریدی پر سدا ہو مہربانی، مفتی اعظم

حافظ ملت

☆ ازہرالقادری ☆

جہانِ علم و حکمت کے قواعد حافظ ملت
تھے اپنے وقت کے فردالفرائد حافظ ملت
ترے اعمال تابندہ ترے افعال رخشندہ
ترے اقوال مبنی بر فوائد حافظ ملت
تو حافظ دین وملت کا، ہیں تیری ذات پہ قرباں
جہان اہل سنت کے عمائد حافظ ملت
وہ ہو تحریر یا تقریر کا میداں بہر صورت
رہے ہیں پاک ازحشو وزوائد حافظ ملت
رہے ثابت قدم کوہ ہمالہ کی صفت ہردم
ہوئے حالات جب بھی نامساعد حافظ ملت
تمھاری عظمتوں کی سرخیوں سے ہرطرف ہردم
بھرے ہیں سارے اخبار وجرائد حافظ ملت
مشن پیارا ہے دنیا بھر میں عام وتام کردینا
امام اہل سنت کے عقائد حافظ ملت
یہی ہے فکر ازہر کی تمھاری عزم وہمت کے
پڑھیں گے تا قیامت ہم قصائد حافظ ملت

☆☆☆☆☆

مناجات

از:۔ نورؔ صدیقی سدھارتھ نگری

تری حمد وثنا یارب زباں پر بار بار آئے
طفیل مصطفیٰ، مولیٰ! مرے فن میں نکھار آئے
زہے قسمت کہ باغِ زندگی میں نوبہار آئے
دلِ بے تاب کو میرے ذرا چین وقرار آئے
مبادا!! اہل حق کو اہل باطل گھیر رکھے ہیں
کچھ ایسا کردے مولیٰ! پھر علی کی ذوالفقار آئے
مرے قلب حزیں میں ایک دیرینہ تمنا ہے
خزاں کے بعد دوبارہ مری فصل بہار آئے
نہ ٹپکا پانی اک قطرہ، جھلس کر رہ گئے پودے
برسنے کِشتِ ویراں پر تو بادل بے شمار آئے
پلا دے مست آنکھوں سے مئے نایاب گر ساقی
جناب شیخ کی آنکھوں میں بھی مستی خمار آئے
نہتھے تین سو تیرہ بنے تھے بدر کے فاتح
انھیں جیسا مجاہد پھر شریک کارزار آئے
دعاے نورؔ میں سمجھوں گا اُس دم رنگ لے آئی
محمد ابن قاسم کی طرح جب شہ سوار آئے

جمالِ گنبد خضریٰ

از:۔ شہزادہ آصف بلال سنگرام پوری

جمالِ گنبد خضریٰ بہت ہی خوبصورت ہے
مرے سرکار کا روضہ بہت ہی خوب صورت ہے
فلک کے چاند تاروں نے بھی پائی روشنی جس سے
رسولِ پاک کا تلوا بہت ہی خوب صورت ہے
مہ و خورشید و انجم دیکھ کر شرما کے یہ بولے
مرے مختار کا چہرہ بہت ہی خوب صورت ہے
یزید آیا نہ کربل شام سے اِس خوف سے زینب
ترے عباس کا جلوہ بہت ہی خوب صورت ہے
تبسم دیکھ کر اصغر کی آپس میں عدو بولے
ادھر تو صبر کا چشمہ بہت ہی خوب صورت ہے
بچایا دین کو شبیر نے سجدے میں سر دے کر
علی کے لال کا سجدہ بہت ہی خوب صورت ہے
دیا دربار میں خطبہ علی کے لہجے میں ڈھل کر
کیا زینب نے جو پردہ بہت ہی خوب صورت ہے
سگانِ کوچۂ جاناں کی صف میں ہے کھڑا آصف
نبی سے اِس کا یہ رشتہ بہت ہی خوب صورت ہے

☆☆☆☆☆

آتش عشق

از:۔ شمسؔ علیمیؔ سدھارتھ نگری

وادیِ وصل میں جب عشق سنبھلنا چاہے
فرقت و ہجر کا پھر کانٹا نکلنا چاہے
دیکھ کر مصحفِ رخسارِ نبی کا جلوہ
حسرتِ صبح لیے رات بھی ڈھلنا چاہے
دیدِ دربارِ رسالت کی تجلی پاکر
چشمہ چشمانِ عقیدت کا ابلنا چاہے
نقشِ پاے شہِ لولاک پہ میری ہستی
جبلِ برف کی مانند پگھلنا چاہے
کتنا پر لطف ہے گلزار مدینہ کہ جہاں
ہر گھڑی مرغِ خیالات ٹہلنا چاہے
ڈال لے تن پہ لبادہ وہ جنوں کا پہلے
آتشِ عشقِ رسالت میں جو جلنا چاہے
سوزنِ مدحتِ شاہنشہِ طیبہ لے لے
شمسؔ! گر چاک گریبان تو سلنا چاہے

نقارۂ خدا

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

سال نامہ خزائن العرفان کے ''تاج الشریعہ خصوصی شمارہ'' سے متعلق مشائخ عظام اور دانش وران ملت کے تأثرات

محبی وعزیزی، مولانا ازہرالقادری صاحب سلمہ! ایڈیٹر سال نامہ ''خزائن العرفان'' رضانگر مٹہنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سوشل میڈیا کے ذریعہ آپ کی مصروفیات کے نتیجے آئے دن گلہائے رنگارنگ کی شکل میں باصرہ نواز ہوتے رہتے ہیں۔اسی رسالے کا ''تاج الشریعہ خصوصی شمارہ'' نظر نواز ہوا۔دیکھ کردل باغ باغ ہوگیا۔ دعا ہے کہ رب کریم آپ اور آپ جیسے تمام مخلص افراد کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے اور تالیف وتصنیف کا سلسلہ مزید مضبوط و مستحکم کرے۔آمین!ع:

من دعا گوئم واز جملہ جہاں آمین آباد۔

(سید) وجاہت رسول تاباں قادری پاکستان

ادیب شہیر مولانا ازہرالقادری صاحب! سلام ودعائیں!

مفسر قرآن ،جد کریم ،حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی تفسیر سے منسوب رسالہ ''خزائن العرفان'' کے ''تاج الشریعہ خصوصی شمارہ'' کا سرِورق دیکھ کرنہایت خوشی ہوئی۔آپ کا یہ کارنامہ جہاں حضور جد کریم سے آپ کے قلبی لگاؤ کا غماز ہے وہیں اپنے عہد کی جامع فضائل وکمالات شخصیت حضرت تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی آپ کا حسن عقیدت اظہر من الشمس ہے!میرے لائق جو بھی خدمات ہوں گی مطلع کیجیے گا۔فقیر تن من دھن کے ساتھ آپ کے ساتھ ہے۔

خیر خواہ:۔(سید) نظام الدین نعیمی مرادآبادی (بنگال)

عزیز القدر!مولانا ازہرالقادری صاحب! سلام مسنون!

اس وقت پڑوسی ملک ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش میں نوجوان طبقہ کی بات کریں تو آپ اپنے کارناموں کی بنیاد پر ایک حد تک ممتاز ومنفرد نظر آتے ہیں۔کم وقت میں کئی تحریریں نظر نواز ہوئیں۔ان میں آپ کی محنتوں کا شجر ثمر بار ''تاج الشریعہ خصوصی شمارہ'' نہایت پھل دار ہے۔جزاک اللہ خیرالجزا۔

العبدالحقیر :۔میثم عباس قادری رضوی پاکستان

گرامی قدر مولانا ازہرالقادری صاحب! سلام ورحمت!

آپ کی کاوشیں سوشل میڈیا کے حوالے سے اس ناچیز تک بآسانی پہنچتی رہتی ہیں۔درس وتدریس میں مہارت اور شاعرانہ ذوق وشوق کے علاوہ آپ کے نثر پارے بھی مطالعہ کی میز سجانے کے قابل ہوا کرتے ہیں۔آقائے نعمت حضور ازہری میاں کے چہلم سے متعلق آپ کی ادارت میں نکلنے والے رسالہ ''خزائن العرفان'' کا ''تاج الشریعہ خصوصی شمارہ'' بھی آپ کی انتھک محنتوں کا انمول ثمرہ ہے۔

آپ کے ان کارناموں کو دیکھنے کے بعد برملا یہ کہا جا سکتا ہے کہ:بفضلہٖ مادر علمی جامعہ اہل سنت امدادالعلوم مٹہنا کے قابل فخر استاذ علامہ شاہ محمد کیفی رحمہ اللہ کی عنایتوں،دیگر تمام اساتذۂ کرام کی نیک دعاؤں اور بزرگان دین کی بے پناہ عطاؤں کا گنج گراں مایہ آپ کا ہم رکاب اور مشفق ساتھی ہے۔ع:

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے۔

خیر خواہ:۔فتح احمد مصباحی عیش بستوی افریقہ

محتشم مولانا ازہرالقادری صاحب سلمک اللہ عزوجل سلام ودعا۔

عزیزم سلمہ! آپ کے تحریری جذبات پر آپ کو بہت ساری نیک دعائیں۔خصوصاً تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات سے منسوب آپ کا ''خصوصی شمارہ'' لائق داد وتحسین اور قابل مبارک باد ہے۔درس وتدریس اور تبلیغ واشاعت کی مصروفیات ومشغولیات کے باوجود قابل رشک تحریروں کا ایک اٹوٹ سلسلہ، انتہائی حیران کن اور حوصلہ افزا بھی ہے۔ ع:اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

دعا گو:۔خالد علی شمسی ارول بہار

محترم مولانا ازہرالقادری صاحب منظری! سلام ودعا!

آپ کے کاموں اور کارناموں سے میں بے پناہ خوش ہوں۔آپ کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔اللہ آپ کو ہر میدان میں کام یابی اور کام رانی نصیب کرے۔میرے پاس آپ کی ایک درجن سے زیادہ تصنیفات ومؤلفات اور کچھ رسائل بھی موجود ہیں۔اور آپ کے رسالہ ''خزائن العرفان'' (جس میں مجھ فقیر کا ''مہمان اداریہ'' بھی شامل ہے)ان تمام سے آپ کی محنتوں اور کاوشوں کے انمول خزینے درخشندہ وتابندہ ہیں۔سوشل میڈیا نیز دیگر برقی ذرائع سے بھی آپ کے انہماک کا پتہ چلتا رہتا ہے۔آپ مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے ایک قابل فخر فرزند ہونے کی حیثیت سے من جانب ادارہ ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں:ع:اللہ نظر بد سے بچائے رہے سدا۔

طالب الخیر:۔عبدالرحمٰن خان قادری بریلی شریف

گرامی قدر مولانا ازہر صاحب!استاذ جامعہ امدادالعلوم مٹہنا،انڈیا۔ہدیۂ سلام!

میری دلی دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔۔۔اتنی کم عمری میں قد سے اونچے کارنامے سننے اور دیکھنے کے بعد جہاں ایک طرف حیرانی ہوتی ہے وہیں دوسری جانب مسرت وشادمانی بھی ہوتی ہے کہ خداوند قدوس نے آپ کے ذریعہ بہت سے ایسے کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہا ہے جن کے تئیں دور حاضر کے علما فضلا یکسر سکوت اختیار کیے ہوئے ہیں۔''قطب کپل وستو'' سلطان المناظرین علیہ الرحمہ پر آپ کا کارنامہ قابل تحسین ہے۔اس کے علاوہ کم سے کم وقت میں بہت ساری کتابیں منظر عام پر آئیں،کئی رسالے نظر سے گزرے۔جن میں رسالہ '' خزائن العرفان'' کا ''تاج الشریعہ خصوصی شمارہ'' بھی اپنی نوعیت کا منفرد المثال پیش کش ہے۔اللہ کام کرنے کا مزید حوصلہ عطا فرمائے۔آمین!

دعا گو:۔محبوب علی صدیقی کپل وستو نیپال

نوٹ:۔ملک عزیز اور بیرون ممالک سے اور بھی دیگر مشائخ عظام، علمائے کرام اور دانش وران ملت کے دعائیہ اور حوصلہ افزا کلمات موصول ہوئے ہیں۔قلت صفحات کی بنیاد پر تمام تحریروں کو ہدیۂ ناظرین کرنا دشوار ہے،ضرورت پڑی تو موقع بہ موقع وہ انمول جواہر پارے بھی آپ کے مطالعہ کی زینت بنیں گے۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔(ازہرالقادری)

تحقیق و تجزیہ

شرح فقہ اکبر (فارسی)

از:۔حضرت بندہ نواز گیسودراز علیہ الرحمہ! اشاعت جدید مع اردو ترجمہ و تحقیق

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد دکن کی تحریک و اہتمام پر، ادارے کے شعبۂ کتب بندہ نواز کے تحت، امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی مشہور و معروف کتاب ""الفقہ الاکبر" کی فارسی شرح "شرح فقہ اکبر" تصنیف لطیف حضرت بندہ نواز گیسودراز علیہ الرحمہ بہت جلد منظر عام پر لائی جارہی ہے۔حضرت بندہ نواز علیہ الرحمہ کی یہ شرح غالبا فارسی زبان میں فقہ اکبر کی پہلی شرح بھی ہے۔

شرح فقہ اکبر کا پہلا فارسی ایڈیشن علامہ سید عطا حسین حیدرآبادی کی تحقیق کے ساتھ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ/اکتوبر ۱۹۴۸ء کو حیدرآباد دکن سے شائع ہوا تھا۔اسی ایڈیشن کو جدید تحقیق کے ساتھ منظر عام پر لایا جارہا ہے۔فارسی شرح کے ساتھ ساتھ اس شرح کا پہلی بار اردو ترجمہ بھی کروایا گیا ہے۔اس کتاب پر ہماری دعوت پر کام کرنے کی سعادت دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، یوپی کے استاذ حضرت علامہ مولانا کمال احمد علیمی نظامی صاحب قبلہ نے حاصل کی ہے،جس پر آپ تقریبا ایک سال سے محنت کر رہے تھے۔

کتاب کے شروع میں: حیات بندہ نواز گیسودراز ایک نظر میں شامل ہے، پھر ایک وقیع علمی مقدمہ رہے گا جس میں ماتن وشارح کے تعارف کے ساتھ علم کلام کی تعریف وتاریخ اور فقہ اکبر کے مضامین کا تجزیہ رہے گا، پھر عربی متن فقہ اکبر شامل کیا گیا ہے، پھر فارسی شرح ہے، پھر فارسی شرح کا اردو ترجمہ درج ہے۔فالحمدللہ!

فارسی متن کی کمپوزنگ مولانا غوث رضا برکاتی علیمی صاحب نے بڑی محنت سے کی ہے،انھیں بھی اس کتاب کی تیاری میں شامل ہونے کا کریڈٹ ہے۔

ترسیل خبر اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد دکن

رمضان کے تیس اسباق

مفکر اہل سنت، طبیب قوم وملت حضرت مولانا مفتی عبدالمالک مصباحی صاحب قبلہ! دام ظلکم العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضور والا کی قلمی نگارشات سے بارہا استفادہ کا موقع میسر ہوا، اور ابھی پچھلے دنوں آپ کی علمی، تحقیقی اور مبرہن کتاب بنام رمضان کے تیس اسباق پی ڈی ایف کی صورت میں باصرہ نواز ہوئی، یقیناً جس طرح آپ کی ملی، سماجی ادارتی اور تنظیمی سرگرمیاں آپ کے طبیب قوم ہونے کا پتہ دیتی ہیں، یوں ہی آپ کی قلمی تخلیقات بھی فکری بالیدگیوں اور علمی بصیرت کی بہترین عکاس ہوتی ہیں. خوش اسلوبی، جودت بیانی، ہمہ جہتی اور نہایت ہی آسان لب و لہجے میں معانی کو ضبط تحریر کر دینا آپ جیسوں کا ہی خاصہ ہے .

بلا شبہ رمضان کے تیس اسباق نامی اس مختصر سی جامع کتاب کی علمی افادیت ہر مطالعہ کنندہ پر منکشف ہوجاتی ہے، رمضان المبارک کے فضائل ہوں یا نماز تراویح سے متعلق ضروری مسائل، روزے سے رلیٹیڈ اہم ترین اور جدید علمی اور فقہی فتاوے ہوں یا اس کے سائنسی اور طبی فوائد، زکاۃ اور صدقہ فطر کی فرضیت و وجوب کی دلائل ہوں یا ان کے صحیح مصارف کی نشان دہی، شب قدر اور تلاوت قرآن کی فضیلتیں ہوں یا اعتکاف اور عید الفطر کے احکام۔

الغرض رمضان المبارک کے آغاز سے عید الفطر تک کے ان تمام مسائل کو -ذکر مراجع کے ساتھ -واضح اور حسین پیرائے میں سپرد قرطاس کر دیا گیا ہے جو اس ماہ مبارک میں اکثر درپیش آتے ہیں، اور ان مسائل کے صحیح احکام سے واقفیت کے لیے ضخیم کتابوں کی ورق گردانی میں گھنٹوں صرف ہوجاتا ہے -اس کے باوجود بھی ضروری نہیں کہ ان احکام کی صحت تک بآسانی رسائی بھی ہوجائے۔اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ مفتی صاحب قبلہ کی اس مختصر اور جامع کتاب کا مطالعہ طلبہ، حفاظ، علماء اور ائمہ کے لیے بالخصوص اور ہر ذی شعور مکلّف کے لیے بالعموم یکساں طور پر فائدہ مند ثابت ہوگی۔

مولیٰ تعالی شرف قبول بخشے اور ہر عام وخاص کے لیے نفع بخش بنائے -آمین -

محمد جاوید عالم مصباحی: متعلم : جامعۃ الازہر الشریف، قاہرہ، مصر

"ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کی تابشیں

رخ مصطفی ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ کسی کی بزم خیال میں، نہ دوکان آئینہ ساز میں

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا بے مثل، ہر پہلو بے نظیر ہے، سیرت طیبہ کا لمحہ لمحہ مشعل راہ ہے، کیسے محروم ہیں وہ طبقے، جو فضائل محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی پہلو نظر انداز کر دیتے ہیں، جود و عطا، کرم و سخا، رفعتِ ذکر مصطفی، اختیارات وشانِ نورانیت، مخفی علوم کی وسعت، کلام کی ندرت، معجزات کی دَمک، انفاس کی مہک، کردار کی جھلک، ہجرت ومعراج کی تابشیں؛ ایسے پہلو ہیں؛ جن کا تذکرہ ایمان کو تابندگی اور عقیدے کو روشنی عطا کرتا ہے، پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا ہر پہلو درخشاں ہے۔

تابشِ ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب وسنت کے دلائل کا نور دل ونگاہ کو بصیرت وفیض عطا کرتا ہے۔حضور تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم "میں اس رخ سے بڑی نفیس اور مدلل باتیں بیان کیں، یہ کتاب تاج الشریعہ کی فکر وبصیرت کی آئینہ دار ہے، جس کی سطر سطر سے عشق رسول کی کرنیں پھوٹتی ہیں؛ مکہ معظّمہ کی وادی سے طیبہ امینہ کی بستی کا سفر نبوی اختیارات کے ظہور کی صبحِ درخشاں تھا، جس کے دامن سے پوری کائنات کو روشنی ملتی ہے -تاج الشریعہ نے ہر لحظہ ظہور پذیر معجزات کا ذکر نفیس دلیل سے فرمایا؛ اور عقائد اہل سنت کی ترجمانی بھی خوب کی۔

حضور تاج الشریعہ کی یہ تحریر حلاوتِ ایمانی کی مظہر ہے اور سیرت نگاری میں آپ کے علمی تفرد و آبائی شان کا اظہار یہ بھی۔کتاب کی اشاعت نوری مشن مالیگاؤں نے کی ہے۔

غلام مصطفی رضوی: نوری مشن مالیگاؤں

"KHAZAAINUL IRFAN" YEARLY (JANUARY TO DECEMBER 2020)=VOL:2 ISSUE No:1
PUBLISHED BY: "ALLAMA KAIFI ACADEMY" Tenwwan Grant Road, Raza Nagar, Matehna P.o. Khandsari
Distt: SiddharthNagar(U.P.)India-272192 | Editor in Chif: Azharul Qadiri = 9559494786, 9451207213, 9450387786
Printed by: Mohammad Qasim Ashrafi, Proprietor MAKTABA QADRIA Itwa Bazar Distt Siddharth Nagar(U.P.)India-272192

ALLAMA KAIFI ACADEMY علامہ کیفی اکیڈمی

Tenwan Grant Road, Raza Nagar, Matahna, Post Khandsari,
Distt. Siddharth Nagar (U.P.)

ٹمیواں گرانٹ روڈ، رضا نگر، مٹھنا، کھنڈسری، سدھارتھ نگر (یوپی)